زیرِ سرپرستی داعیِ اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ

خضرِ راہ

جلد 01

شمارہ 2/3

فروری/مارچ ۲۰۱۳

ربیع الاول/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴

مولانا حسن سعید صفوی
نگراں اعلیٰ شاہ صفی اکیڈمی

مدیر اعلیٰ : شوکت علی سعیدی
مدیر مسئول : محمد جہانگیر حسن
معاون مدیر : ضیاء الرحمٰن علیمی
معاون مدیر : اشتیاق عالم مصباحی

مجلس منتظمہ

نگراں : غلام مصطفیٰ ازہری
سرکولیشن منیجر : محمد اختر رضا
کمپوزر : ظفر عقیل سعیدی
تزئین کار : محمد طارق رضا

نوٹ: مضمون نگار کے افکار ونظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

ترسیل زر کا پتہ

Shah Safi Academy, HDFC Bank, B.O.:Salahpur A/c : 22631450000118, IFSC CODE HDFC 0002263
Shah Safi Academy, BANK OF BARODA, A/c : 48810100001809 IFSC CODE BARBORASKOI, MICR CODE : 21101154

قیمت فی شمارہ	: ₹ 25
قیمت فی شمارہ (لائبریری اور سرکاری ادارے)	: ₹ 40
قیمت سالانہ (سادہ ڈاک)	: ₹ 250
قیمت سالانہ (رجسٹری ڈاک)	: ₹ 500
لائبریری اور سرکاری ادارے	: ₹ 500
بیرون ممالک	: $ 40
اعزازی ممبر شپ	: ₹ 5000

ڈرافٹ SHAH SAFI ACADEMY کے نام بنوائیں

مراسلت کا پتہ

ماہنامہ خضرِ راہ
KHIZR-E-RAH (MONTHLY)
SHAH SAFI ACADEMY
JAMIA ARIFIA, Saiyed Sarawan,
Kaushambi, Allahabad (U.P.) 212213
E-mail : khizrerah@gmail.com
Mob.: 9312922953, 7752976664

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف الہ آباد کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER SHAUKAT ALI
PRINTED BY KAINAT PUBLICATION & PRINTERS, 14-H, SOUTH HOUSING SCHEME, TULSIPUR, ALLAHABAD and published from JAMIA ARIFIA Saiyed Sarawan, Kaushambi, Allahabad (U.P.) 212213. Editor - Shaukat Ali

ناشر شاہ صفی اکیڈمی/جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد (یو پی)

خضرِ راہ

مناقب:	شاہ احسان اللہ محمدی، ڈاکٹر اقبال	۳	ضیائے حدیث:	مقصود عالم سعیدی	۱۲
عرفانی مجلس:	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	۴	شہ پارۂ اسلاف.:	ابوالفضل قاضی عیاض	۱۴
اداریہ:	شوکت علی سعیدی	۶	اسرارالتوحید:	شیخ محمد بن منور	۱۶
دعوت قرآن:	ذیشان احمد مصباحی	۹	محبوب سبحانی:	جہانگیر حسن مصباحی	۱۸

علم وعرفان

مضامین	مضمون نگار	صفحہ
الفتح الربانی: گنجینۂ سلوک ومعرفت	ضیاء الرحمٰن علیمی	۲۲
فتوح الغیب اور فلاح دارین	جہانگیر حسن مصباحی	۲۵
اللہ کے بندوں سے جہاں خالی نہیں ہے	غلام مصطفیٰ ازہری	۲۹
سلطان المشائخ کا عہد زریں	امام الدین سعیدی	۳۳
خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ	افتخار عالم سعیدی	۳۶
محبوب الٰہی کی داعیانہ زندگی	فیضان عزیزی	۴۰
فوائد الفواد: گنجینۂ معرفت	محمد مدثر رضا مصباحی	۴۴
تواضع اور انکساری مومنین کا طریقہ	اشتیاق عالم مصباحی	۴۷
صلح ومصالحت ہماری دینی ضرورت	شاہد رضا ازہری	۴۹
قابل رشک خواتین کے تذکرے	امام عبدالوہاب شعرانی	۵۴
سیرت نبوی پوری انسانیت کے لیے قابل عمل	فیض العزیز	۵۷
آپ کے SMS	قارئین	۵۹
مشکل الفاظ کے معانی اور مفاہیم	ادارہ	۶۰
آؤ اردو سیکھیں	ادارہ	۶۴

مناقب

منقبت محبوب سبحانی

ابوالوقت غوث زماں غوثِ اعظم
شہنشاہِ کون و مکاں غوثِ اعظم

انیس دل بے کساں غوثِ اعظم
ترا فیض ہے بے کراں غوثِ اعظم

ترا در ہے وہ در کہ جس در پہ جا کر
جھکاتے ہیں سر قدسیاں غوثِ اعظم

ترا وصف جو کر سکے بے محابا
کہاں سے وہ لاؤں زباں غوثِ اعظم

مرا طرز ہے قادری سہروردی
اور چشتی نظامی زباں غوثِ اعظم

یہ سب پیرؔ و مرشد کا ہے فیض ورنہ
کہاں بوسعیدؔ اور کہاں غوثِ اعظم

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

منقبت محبوب الٰہی

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری فیض عام ہے تیرا

ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

ڈاکٹر اقبال

عرفانی مجلس

افادات: حضرت داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ترتیب: مجیب الرحمٰن علیمی

علما و صوفیہ، انصار و مہاجرین کی طرح ہیں

۲۴؍دسمبر ۲۰۱۲ء، بعد نماز عصر علما و صلحا کے ساتھ مجھے بھی حضور داعی اسلام ادام ظلہ علینا کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ درمیان گفتگو آپ نے فرمایا کہ جب دو شخصوں کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو انھیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا چاہیے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. (نسا:۵۹)

اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اُسے اللہ و رسول کی بارگاہ میں پیش کرو، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

آج جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود نہیں، اگر دو شخصوں کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو انھیں نائب رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے: أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ. (نسا:۵۹) ترجمہ: اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرو اور رسول کی اور اپنے امیر کی۔

الگ الگ اپنی جماعت نہیں بنانی چاہیے اور قوم کو فرقوں میں تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ کسی متقی اور مصلح کو اپنا فیصل تسلیم کرنا چاہیے۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسئلۂ خلافت میں انصار و مہاجرین کا جب اختلاف ہوا تو انصار و مہاجرین نے الگ الگ جماعت نہیں بنائی بلکہ سب نے مل کر مہاجرین میں سے ایک ایسے شخص کو اپنا امیر بنایا اور فیصلہ بھی اسی کے سپرد کر دیا جس نے اللہ کے لیے ہجرت کی تھی۔

جان لو کہ علمائے اسلام انصار کی طرح ہیں، دین کی مدد میں یہ کمربستہ ہیں اور صوفیائے کرام مہاجرین کی طرح ہیں انھوں نے اللہ کی رضا کے لیے دنیا اور خواہشات نفس سے ہجرت کر لی ہے۔ ہر وہ چیز جو اللہ سے غافل کرے وہ دنیا ہے اور قرآن کریم کے مطابق غفلت سے ذکر کی طرف آنے والے ہی عاقل ہیں وہی امیر ہیں، انھیں سے سوال کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ تم لوگ بھی تنازع کے وقت کسی ایسے شخص کو اپنا فیصل بنا لو جس نے اللہ کے لیے غفلت اور خواہشات کو ترک کر دیا ہو اور ذکر و فکر سے اپنے قلب و جگر کو آباد کر لیا ہو۔

☆☆☆

محبوب سبحانی و محبوب الٰہی
کے نام

سگِ درگاہِ میراں شو چوں خواہی قربِ ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانی

محبوبِ خدا شہ جن و بشر حضرت سلطان نظام الدین
مقبول جناب پیغمبر حضرت سلطان نظام الدین

خوبی باغِ معین الدین زیب گلزار قطب الدین
سروِ بستانِ گنجِ شکر حضرت سلطان نظام الدین

شوکت علی سعیدی

محبوب سبحانی اور محبوب الٰہی

دنیا کا دستور ہے کہ جو نوکر اپنے مالک کا فرماں بردار ہوتا ہے وہ مالک کا پسندیدہ ومحبوب ہو جاتا ہے، وہ خدمت میں جس قدر ایمانداری اور دیانت داری سے کام لیتا ہے اسی قدر محبوبیت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ محبوب ہر کوئی نہیں بن جاتا بلکہ اس کے لیے ڈیوٹی سے زائد کام انجام دینا پڑتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنی اور گھر کی ضروریات کو بھی نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ جب وہ محبوب ہوتا ہے تو مالک اسے انعام کے طور پر اختیارات بھی دیتا ہے کہ اپنے ماتحت پر جس طرح چاہے تصرف کرے۔ ماتحت کو رضامندی سے یا غیر رضامندی سے اس کا حکم تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ ماتحت پر یہ روشن ہو جاتا ہے کہ وہ مالک کا محبوب نظر ہے اس کی ناراضگی مالک کی ناراضگی ہے اور مالک وہی سنے گا جو وہ کہے گا۔

اللہ اور بندوں کے مابین بھی کچھ اسی طرح کے رشتے ہوتے ہیں۔ بندوں میں سے جو کوئی اللہ کے احکامات پر عمل کرتا ہے اور اس کی اطاعت میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے اور اگر اطاعت وفرماں برداری میں اضافہ کرتا ہے اس طور پر کہ فرائض اور واجبات کے ساتھ نوافل کی ادائیگی بھی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اپنے رب کی یادوعبادت میں خود کو فنا کر دیتا ہے تو اللہ عزوجل اسے اس قدر پسند فرماتا ہے کہ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے: يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهُ. (اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں)۔ اس کی رضا اللہ عزوجل کی رضا ہوتی اور اس کی ناراضگی اللہ عزوجل کی ناراضگی ہوتی ہے، بقول ڈاکٹر اقبال: ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اور جب بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو اللہ عزوجل اسے بے شمار انعام عطا فرماتا ہے اور وہ انعام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے دل کو کائنات سے پھیر کر اپنی طرف مائل کر دیتا ہے۔ پھر اس کی عبادت وریاضت، تقوی وطہارت اور اخلاص وللّٰہیت دیکھ کر اللہ اس کو اپنے قرب خاص میں جگہ دیتا ہے اور جب وہ اللہ کی صفات سے متصف

ہو کر عیال اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دنیا اس کے قدموں پر اپنا سر جھکاتی نظر آتی ہے۔ پھر وہ رشد و ہدایت کے منبر پر کھڑا ہوتا ہے اور احکم الحاکمین کے حکم سے لوگوں میں دعوت و تبلیغ کا اہم فریضہ انجام دیتا ہے کبھی خوشخبری سنا کر تو کبھی ڈر سنا کر۔

سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی اور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی اسی محبوبیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں جو اپنے اپنے زمانے میں اللہ کی فرماں برداری اور دوسرے بندوں کی ہدایت و رہنمائی میں بے مثل و بے مثال تھے۔ عملی دعوت و تبلیغ میں دونوں شخصیتیں با کمال رہیں اور آج بھی علما و مبلغین اسلام کے لیے روشن رہنما ہیں۔

گیارہویں صدی عیسوی میں غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تحصیل علوم کے بعد ریاضت و مجاہدہ میں لگ گئے اور اذن الٰہی سے بغداد کی سرزمین پر وعظ و نصیحت کا منبر سجایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہر طرف علم کا غلغلہ تو تھا لیکن علم پر عمل کرنے والے کم تھے۔ علم کا غرور، عہدے کا تکبر اور مال و زر کی ہوس لوگوں کے ایمان کو کھوکھلا کرتی جا رہی تھی۔ ایسے پر آشوب ماحول میں آپ نے وعظ و نصیحت کی مجلسیں سجا کر اصلاح و تربیت کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ آپ کی مجلس میں سیکڑوں کی تعداد میں علما، فقہا اور امرا شریک ہوتے، ہزاروں کا مجمع ہوتا، لوگ آپ کی پر تاثیر وعظ سن کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور معصیت سے دور رہنے کی کوشش کرتے۔ یوں آپ نے بے شمار معصیت زدہ انسانوں کو پاک کیا، ہزاروں کو ایمان سے سرفراز کیا اور کتنے خوش نصیب ایسے تھے جو ایمان کے اعلیٰ مقام حاصل کیے۔ آپ کی تصانیف اور مواعظ حسنہ اس کے واضح ثبوت ہیں جو آج بھی پڑھنے والوں میں خشیت الٰہی پیدا کر دیتی ہیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے تحصیل علوم اور ریاضت و مجاہدہ کے بعد سرزمین دہلی میں صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ایک اللہ عزوجل کی فرماں برداری کی طرف مائل کیا۔ اس کے لیے آپ نے وعظ و نصیحت کی مجلسیں سجائیں اور ہر ایک کو اپنے سلسلہ بیعت میں داخل کرنا شروع کیا۔ اس وقت دہلی کی حالت یہ تھی کہ ایک طرف بادشاہ، امرا آئے دن تخت و تاج کے لیے قتل و غارت گری میں مصروف تھے تو دوسری جانب عوام بے عملی اور فسق و فجور میں مبتلا ہوتی جا رہی تھی۔ خواجہ نظام الدین اولیا لباس فقیری میں پریشان

حال بندوں کی طرف مائل ہوئے اور وعظ ونصیحت کے ساتھ اپنی عملی زندگی سے رشد وہدایت کا ایسا چشمہ جاری کردیا جس سے ایک زمانہ سیراب ہوا۔ آپ کی مجلس میں ہر طبقے کے لوگ آتے لیکن آپ کی رغبت عوام کی اصلاح کی طرف تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ بادشاہوں کی آپسی جنگوں نے عوام کو برگشتہ اور پریشان کردیا تھا، انھیں کسی حاکم پر اعتماد نہ رہ گیا تھا کہ وہ اپنی رعایا کے بارے میں کچھ سوچ بھی سکتا ہے۔ ایسے ماحول میں حضرت نظام الدین اولیا بے تاج بادشاہ کی شکل میں تھے کہ ان کے دربار میں ہر وقت لنگر جاری رہتا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی جاتی، کوئی مسئلہ الجھتا تو آپ کی بارگاہ میں اسے سلجھایا جاتا۔ اس طرح اچھی خاصی بھیڑ ہر وقت جمع رہتی۔ کتب وتواریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی عملی زندگی اور وعظ نصیحت سے ہر طرف دینی میلان اور رجحان پیدا ہوگیا، اللہ ورسول اور صالحین کا ذکر عام ہوتا چلا گیا اور دنیا کی بے ثباتی پر لوگوں کا یقین مضبوط سے مضبوط تر ہوگیا۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی اور خواجہ نظام الدین اولیا کی حیات وخدمات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عام انسانوں کی طرح صرف واعظ یا صرف بندوں کی خدمت کرنے والے نہیں تھے بلکہ اللہ عز وجل کا بے پناہ فضل و احسان کی صورت میں ان پر یہ انعام تھا کہ اللہ کے بندے ان کے تابع کردیے گئے تھے، دلوں پر ان کی حکومت چل رہی تھی۔ جس کی تقدیر میں ہدایت وکامیابی رکھی تھی اسے ان کی بارگاہ سے ہوکر گزرنا پڑتا، اس لیے کہ آپ دونوں اس کام کے لیے مامور کیے گئے تھے اور محبوبیت ومعشوقیت کے اس مقام پر فائز تھے کہ کسی کو آپ کے آگے چون و چرا کرنے کی مجال نہ تھی۔

اللہ کا فضل واحسان ہے کہ ماہنامہ خضر راہ کی ٹیم کو شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام ظلہ علینا کی جانب سے یہ حکم ملا کہ محبوب سبحانی اور محبوب الٰہی کی زندگی اور ان کی خدمات صحیح سندوں کے ساتھ لوگوں تک پہنچائے جائیں، تاکہ عوام وخواص ان کی حیات طیبہ کی روشنی میں اپنے لیے کامیابی کی راہیں تلاش کریں اور اس طرح ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت بھی پیش ہوجائے۔ اللہ عز وجل سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے محبوبین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

ذیشان احمد مصباحی

قرآن ہر اعتبار سے دوسری کتابوں سے منفرد ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ۔الٓمّٓ (بقرہ:۱)
اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا ہے۔

ال م.

قرآن کریم روئے زمین کی منفرد کتاب ہے اوراس کا ہر وصف منفرد ہے۔اس کے مضامین،اس کا اسلوب،اس کی ترتیب ،اس کی عام فہمی،فصاحت وبلاغت اور کم لفظوں میں زیادہ بلکہ بے شمار معانی کا بیان اور ہر اعتبار سے قرآن دوسری کتابوں سے منفرد ہے۔قرآن کی یہی وہ انفرادیت ہے جو اسے انسانوں کے کلام سے ممتاز کرتی ہے۔

سورۂ فاتحہ جو سات آیات پر مشتمل ایک چھوٹی سی سورہ ہے اسے قرآن کا خلاصہ کہا گیا ہے۔اس کے بعد قرآنی مضامین کا باضابطہ تفصیلی آغاز ہوتا ہے۔یہ آغاز منفرد وممتاز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔

سورۂ فاتحہ کے بعد ایک طویل سورہ ''البقرہ''ا ل م تین حروف تہجی (Alphabets) سے شروع ہوتی ہے۔قرآن میں موجود ایسے حروف کو مفسرین حروف مقطعات کہتے ہیں۔ قرآن میں کل ۱۱۴ر سورتیں ہیں۔ان میں سے ۲۹ ر سورتیں ایسی ہیں جو حروف تہجی ن ،ق،طہ،یس،الٓمر ،حم،عسق اوراس طرح کے دوسرے حروف سے شروع ہوتے ہیں۔ مفسرین نے اس انداز آغاز پر بہت تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ان بحثوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی منفرد کتاب اپنے اسلوب میں بھی منفرد ہے۔یوں تو ہر کتاب مستقل جملوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن کتاب اللہ کی حکمت ورمزیت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ صرف لفظوں کی مستقل حیثیت ہے بلکہ اس میں حرفوں کو بھی مستقل حیثیت حاصل ہے۔

حروف تہجی سے قرآن کی مختلف سورتوں کا شروع ہونا قرآن کی بھرپور رمزیت سے عبارت ہے۔پورا قرآن اس طرح کے رمز واشارہ سے پر ہے۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے:

اُنۡزِلَ الۡقُرۡآنُ عَلٰی سَبۡعَۃِ اَحۡرُفٍ،لِکُلِّ مِنۡھَا ظَھۡرٌ وَّبَطۡنٌ. (شرح مشکل الآثار،انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

ترجمہ:قرآن کریم سات طریقوں پر نازل ہوا،ان میں سے ہر ایک کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی۔

قرآن کی یہی وہ خوبی ہے جو اسے ہر شخص کے لیے قابل مطالعہ اور کتاب استفادہ بناتی ہے،خواہ وہ عالم ہو یا عامی۔ ایک صوفی قرآن سے انوار وتجلیات اور احوال ومشاہدات کے اسرار اخذ کرتا ہے جب کہ ایک سائنس داں تخلیق کے اسرار اور کائنات کی خوبیاں اور اس کے فوائد تلاش کرتا ہے۔

یہ قرآن ہی کا اعجاز بیان ہے کہ ایک عام آدمی بھی پڑھ

کراشک بارہوا اٹھتا ہے جب کہ ایک علامۂ وقت بھی اپنے قصورفہم اورتنگ دامانی کا شکوہ کرتا ہوانظر آتا ہے۔قرآن میں حروف تہجی (Alphabets) کومستقل طور پرسورتوں کے شروع میں لانے کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے امام فخرالدین رازی رقم طراز ہیں:

’’ایک رائے یہ ہے کہ ان کا علم پوشیدہ ہے، یہ ایک مخفی راز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص فرمالیا ہے۔حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر کتاب میں اللہ کا راز ہے اورقرآن میں اس کا رازسورتوں کے ابتدائی حروف ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا: ہر کتاب کی کچھ خاص باتیں ہیں اوراس کتاب کی خاص باتیں (صفوۃ) حروف تہجی ہیں۔کسی عارف کا قول ہے:علم سمندرکی طرح ہے، سمندر سے ندیاں نکلتی ہیں، پھرندیوں سے نہریں نکلتی ہیں، پھرنہروں سے نالے نکلتے ہیں اور پھرنالوں سے نالیاں نکلتی ہیں۔اب اگرنالوں میں ندیاں بہہ پڑیں توانھیں غرقاب کردیں گی،اسی طرح اگرندیوں میں سمندربہنے لگےتوانھیں تباہ کردیں گے۔یہی مراد ہے اللہ کے اس ارشاد میں کہ:اللہ نے آسمان سے پانی برسایا،جس سےندیاں بہہ پڑیں۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا. (رعد:۱۷)

علم کے سمندراللہ کے پاس ہیں۔اللہ نے علم کے ان سمندروں سے چندندیاں رسولوں کوعطا فرمادیں، پھررسولوں نے ان ندیوں سے کچھ نہریں علما کوعطا کردیں اور پھرعلمانے عوام کو ان کی استطاعت کے مطابق کچھ چھوٹے چھوٹے نالے عطا کردیے۔عوام اپنے اہل خانہ کوان نالوں میں سے نالیاں نکال کرسیراب کرتے ہیں۔‘‘ (تفسیرکبیر،زیرآیت:الم)

حروف مقطعات کے سلسلے میں دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ان کی تفسیر کی جاسکتی ہےاوران کے معنی معلوم ہیں۔جوعلمااس فکر کے حامل ہیں ان کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ پھران حروف کے معنی کیا ہیں؟اس سلسلے میں کئی آرا ہیں،مثلا:

۱۔یہ حروف سورتوں کے نام ہیں۔

۲۔یہ حروف صرف مختلف سورتوں کے درمیان فصل کے لیےلائے گئے ہیں۔

۳۔ان میں سے بعض اللہ کے نام ہیں اوربعض اس کی صفات ہیں۔

۴۔یہ اسم اعظم ہیں۔

۵۔یہ مشرکین کوچیلنج کرنے کے لیے ہیں تاکہ انھیں باور کرایا جاسکے کہ قرآن انہی حرفوں سے مرکب ہے جن سے وہ آشنا ہیں،لیکن اس کے باوجودان حرفوں سےقرآن کیا،اس جیسی ایک آیت بھی پیش نہیں کرسکتے۔علامہ جلال الدین سیوطی نے ’اتقان‘میں اس طرح کے بیس احتمالات نقل کیے ہیں۔

حروف مقطعات کے سلسلے میں جو پہلا نقطۂ نظر ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے،اس پر مختلف اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کا علم صرف اللہ کو ہےتو پھران کوقرآن میں شامل کرنے کی کیا وجہ ہے؟اس طرح کے اعتراضات کے بہت سے جواب دیے گئے ہیں۔ایک جواب جوعلامہ محمد سید طنطاوی نے دیا ہے وہ اس عہد کے اعتبار سے بہت ہی مناسب (Apealing) ہے،وہ لکھتے ہیں:

’’مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے معنی صرف اللہ جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا، ان کے معنی پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام جانتے تھے، اسی طرح آپ کے بعض مقرب اصحاب ان سے واقف ہیں۔ ہم صرف اس کے قائل ہیں کہ ان حروف کے معنی تمام انسان نہیں سمجھتے۔‘‘ (التفسیر الوسیط، زیر آیت الم)

یہی بات علامہ اسماعیل حقی حنفی نے حضرت عبدالرحمٰن بسطامی کے حوالے سے لکھی ہے، فرماتے ہیں:

’’بعض انبیا نے حروف کے اسرار کو وحی ربانی اور القاو الہام کے توسط سے جانا، بعض اولیا کشف جلی نورانی اور فیض عالی روحانی سے ان سے واقف ہوئے اور بعض علما روایت اور فکر و تدبر سے آشنا ہوئے۔ پھر ان میں سے سب نے اپنے اصحاب کو بعض اسرار سے بطریق کشف، مشاہدے یا رسمی تعلیم و تدریس کے ذریعے واقف و آشنا کیا اور صحیح بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے اسرار کو اس امت کے اکثر افراد سے پوشیدہ رکھا ہے۔‘‘ (روح البیان، زیر آیت الم)

اس باب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا الگ اور پیارا نقطۂ نظر ہے، فرماتے ہیں:

’’الــــم اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رمزیہ مکالمہ ہے اور اللہ کی مرضی یہ ہے کہ اس کے اور اس کے حبیب کے سوا کوئی دوسرا ان اسرار سے واقف نہ ہوسکے۔‘‘ (عرائس البیان، زیر آیت: الم) (جاری)

☆☆☆

محبوب سبحانی اور محبوب الٰہی مقام معشوقیت پر فائز

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید و خلیفہ شیخ ابوجعفر مکی قدس سرہٗ اپنی کتاب ’بحر المعانی‘ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

یہ فقیر ایک دن حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ دریائے نیل میں کشتی پر سوار تھا۔ اللہ کے محبوب ترین اولیا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، اسی درمیان خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ:

عبدالقادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام معشوقیت پر فائز تھے۔

پھر انھوں نے فرمایا: واللہ! نظام الدین بدایونی اور عبدالقادر جیلانی کے جیسا اولیا میں نہ کوئی آیا اور نہ کوئی آئے گا۔ (ص: ۲۱۳ تا ۲۱۴)

مقصود عالم سعیدی

رحمت و شفقت

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مخلوق کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ذیل میں مختلف احادیث پیش کی جارہی ہیں جن میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومن کامل وہ ہے جو اللہ و رسول سے سچی محبت کرنے والا ہو، ان کی فرماں برداری کرنے والا ہو اور اللہ کی تمام مخلوقات کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آنے والا ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔مَنْ لَا یَرْحَمِ النَّاسَ، لَا یَرْحَمُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

(مسلم، باب رحمۃ النبی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

۲۔اللہ کی مخلوق پر رحمت و شفقت کرنے والوں پر رحمٰن کی رحمت نازل ہوتی ہے۔اس لیے تم زمین والوں پر رحمت و شفقت کرو تا کہ وہ تم پر رحم کرے جو آسمان میں ہے، یعنی اللہ رب العزت۔ (سنن ابی داؤد)

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کے لیے ایک مکان کی مانند ہے (یعنی سارے مسلمان مضبوطی و طاقت حاصل کرنے کے اعتبار سے اس مکان کی طرح ہیں) جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے یہ کہہ کر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔ (بخاری، مسلم)

۴۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ایک اللہ، ایک رسول اور ایک دین کو ماننے کی وجہ سے) سارے مسلمان ایک شخص (کے اعضا اور جسم) کی مانند ہیں کہ اگر اس کی آنکھ دکھتی ہے تو سارا بدن بے چین و مضطرب ہو جاتا ہے اور اس کا سر دکھتا ہے تو پورا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کی تکلیف کو سارے مسلمانوں کو محسوس کرنا چاہیے۔ (صحیح مسلم)

۵۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے۔ (یعنی تمام مسلمان آپس میں دینی اخوت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے شریعت کو وہی مقام حاصل ہے جو ماں کو حاصل ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے دینی باپ ہیں۔اس لیے اس دینی اخوت کا تقاضا ہے کہ) کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے، نہ کوئی کسی کو بلا میں مبتلا کرے اور نہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو اس کے دشمن خواہ وہ دشمن انسان ہو یا نفس و شیطان، اس کے ہاتھوں میں نہ چھوڑے بلکہ اس دشمن کے مقابلے پر اس کی مدد کرے اور (یاد رکھو) جو شخص کسی

مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے کسی غم کو دور کرتا ہے (خواہ اسے غم اور تکلیف زیادہ ہو یا کم) تو اللہ اس کو قیامت کے دن کے غموں میں سے ایک بڑے غم سے نجات دے گا اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کے بدن (کپڑے کے ذریعے) یا اس کے عیب (پردہ پوشی کے ذریعے) کو ڈھانپتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو چھپا دے گا۔ (بخاری و مسلم)

۶۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ کی قسم! اس شخص کا ایمان کامل نہیں، اللہ کی قسم! اس شخص کا ایمان کامل نہیں! جب آپ نے بار بار یہ الفاظ ارشاد فرمائے اور اس شخص کی وضاحت نہیں کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! (ﷺ) وہ شخص کون ہے جس کا ایمان کامل نہیں ہے اور کس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی برائیوں اور اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔ (بخاری و مسلم)

۷۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کے نزدیک (فضیلت کے اعتبار سے) دوستوں میں بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کا بہترین خیر خواہ ہو اور اللہ کے نزدیک پڑوسیوں میں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کا بہترین خیر خواہ ہو۔ (سنن ترمذی)

۸۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو آدمی میری امت میں سے کسی شخص کی کسی (دینی یا دنیاوی) حاجت اور ضرورت کو پورا کرے اور اس سے اس کا مقصد اس شخص کو خوش کرنا ہو تو (سنو حقیقت میں) اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اس کو اللہ جنت میں داخل کرے گا (کیونکہ جنت اللہ کی رضا اور خوشنودی کی جگہ ہے)

۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مخلوق، اللہ کا کنبہ (یعنی اس کا رازق اور تمام ضروریات کو پورا کرنے والا اللہ ہے جس کے رزق اور ضروریات کو اللہ پورا کرنے والا ہے)۔ پس تمام مخلوق میں بہترین شخص وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرے۔ (سنن بیہقی)

ان احادیث کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ مومن کامل اور سچا عاشق رسول اپنے رشتے داروں، قرابت داروں اور پڑوسیوں بلکہ تمام لوگوں کی حاجت روائی کرنے والا ہوتا ہے، ان کے دکھ درد اور بیماری و آزاری میں ساتھ دیتا ہے، اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے رشتے دار، کنبہ اور عام مخلوق سے ہمدردی رکھیں۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا ہمیں تمام مخلوق کے لیے سراپا رحم بنا دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق اور سنتوں پر عمل کرنے والا بنا دے۔ (آمین)

☆☆☆

محبت رسول کی حقیقت

مترجم:
حامد رضا سلطانی

ابوالفضل عیاض بن موسیٰ قدس سرہٗ اپنے عہد کے بلند پایہ عالم دین تھے۔ان کی پیدائش ۴۹۶ہجری میں ’’قیروان‘‘ میں ہوئی۔آپ علوم حدیث،تفسیر،فقہ اورادب وشاعری میں مہارت رکھتے تھے۔۵۰۹ہجری میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے اندلس گئے اور تقریباً سوشیوخ سے استفادہ کیا۔تیس سال کی عمر میں اندلس سے غرناطہ آئے اور وہاں کے قاضی مقرر ہوئے۔ان کی وفات ۵۴۴ہجری میں مراقش میں ہوئی۔ان کی چند مشہور کتابوں میں ایک کتاب الشفابتعریف حقوق المصطفیٰ ہے۔اسی سے کچھ اقتباس قارئین کی افادیت کے لیے پیش ہے۔(دوسری قسط) **ادارہ**

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے تعلق سے فرماتے ہیں: **اَللّٰھُمَّ إِنِّی أُحِبُّھُمَا فَأَحِبَّھُمَا.** (بخاری،مناقب الحسن والحسین)

ترجمہ: یا اللہ! میں ان دونوں (حسن وحسین) سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:

مَنْ أَحَبَّھُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِی وَمَنْ أَحَبَّنِی فَقَدْ أَحَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ أَبْغَضَھُمَافَقَدْ أَبْغَضَنِی وَمَنْ أَبْغَضَنِی فَقَدْ أَبْغَضَ اللّٰہَ. (علامۃ محبۃ الرسول)

ترجمہ: جس نے حسن وحسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے حسن وحسین سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔

انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعلق سے فرمایا:

آیَةُ الإِیمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ،وَآیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ. (بخاری،علامۃ الایمان)

ترجمہ: انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے دشمنی نفاق کی نشانی ہے۔

۵۔قرآن عظیم سے دوستی اور محبت رکھے،کیونکہ قرآن لوگوں کو برے خیالات اور گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت ونور کی روشنی دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَا یَسْأَلُ أَحَدٌ عَنْ نَفْسِہٖ إِلَّا الْقُرْآنُ فَإِنْ کَانَ یُحِبُّ الْقُرْآنَ فَھُوَ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ. (علامۃ محبۃ الرسول)

ترجمہ: ہر شخص اپنے نفس کے بارے میں صرف قرآن سے پوچھے۔پس یہ دیکھے کہ اگر وہ قرآن کریم کو محبوب رکھتا ہے تو سمجھو کہ وہ اللہ ورسول کو محبوب رکھتا ہے۔

۶۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی امت پر شفقت ورحمت کی جائے۔

ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ آپس میں مواخاۃ کا حق ادا کیا جائے اور امت کو نقصان دینے والی چیزوں سے محفوظ رکھا جائے۔ جس طرح وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ. (انبیا:۱۰۷) کا تاج پہن کر آنے والے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مہربان و رحیم ہیں، اسی طرح امت کو بھی چاہیے کہ دنیا میں ہر ایک کے ساتھ خواہ اپنا ہو یا بیگانہ شفقت و مہربانی سے پیش آئے۔

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا دنیا سے بے نیاز اور فقر سے متصف ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنَّ الْفَقْرَ إِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِی مِنْکُمْ أَسْرَعُ مِنَ السَّیْلِ مِنْ أَعْلَی الْوَادِی، وَمِنْ أَعْلَی الْجَبَلِ إِلٰی أَسْفَلِہٖ. (مسند احمد، ابو سعید خدری)

ترجمہ: یقیناً تم میں جو مجھ سے محبت کرے گا فقر اس کی طرف اس سیلاب سے زیادہ تیز آئے گا جو وادی کی بلندی یا پہاڑ سے نیچے کی طرف آتا ہے۔

محبت رسول کی حقیقت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی حقیقت اور اصل یہ ہے کہ مسلمان اوامر و نواہی میں آپ کے احکام پر عمل کرے۔ وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمھیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (حشر:۷)) کی روشنی میں اپنی زندگی کو تابناک بنائے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ (احزاب:۲۱)) کا جامہ پہنے۔

إِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (آپ کا اخلاق عظیم الشان ہے (قلم:۴)) کا پیکر بنے۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. (مومنوں پر لطف و مہربانی کرنے میں حریص ہیں۔ (توبہ:۱۲۸)) کی عملی تصویر پیش کرے۔

اُدْعُ إِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. (حکمت اور نرم گفتاری سے لوگوں کو اپنے رب کی دعوت دو۔ (نحل:۱۲۵)) کی طرز پر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے۔ تاکہ اپنے اور غیر یَدْخُلُوْنَ فِی دِیْنِ اللّٰہِ أَفْوَاجًا. (لوگ اللہ کے دین میں فوج کے فوج داخل ہوتے ہیں۔ (نصر:۲)) سے متاثر اور مرعوب ہو کر فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ. (اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کریں اور اسی کی پناہ طلب کریں (نصر:۳)) کی صف میں اور إِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا. (وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں (نصر:۳)) کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ کے نیک بندوں میں شامل ہو جائیں۔

اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرمائے۔

☆☆☆

دوران تعلیم شیخ لقمان سرخسی قدس سرہٗ سے ملاقات

شیخ ابو سعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی قدس سرہٗ پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں ایک اہم ہستی ہیں۔ ان کی پیدائش 'خراسان' کے 'میہنہ' گاؤں میں ۳۵۷ ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ ہجری میں اسی جگہ وفات پائی''**اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید**' موسوم بہ'**مقامات خواجہ**' ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جسے آپ کے پوتے شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔ یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کا ترجمہ **مولانا رکن الدین سعیدی** استاذ جامعہ عارفیہ نے کیا ہے، عام افادیت کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ **(ادارہ)**

ہمارے شیخ قدس اللہ روحہ العزیز نے کم و بیش پانچ سال تک امام ابو عبد اللہ حضرمی قدس سرہٗ سے تعلیم حاصل کی۔ جب شیخ ابو سعید قدس سرہٗ باقی ماندہ علم مکمل کر چکے، اس کے بعد امام ابو عبد اللہ کی وفات ہوئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں جا پہنچے۔ ان کا مزار 'مرو' میں ہے۔

جب ان کی وفات ہوگئی تب شیخ ابو سعید قدس سرہٗ شیخ امام ابو بکر قفال مروزی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مزید پانچ سال ان سے علم فقہ حاصل کیا۔ امام قفال قدس سرہٗ کے درس میں ان کے رفقائے سبق شیخ ناصر مروزی، شیخ ابو محمد جوینی اور شیخ ابو علی سنجی قدست اسرارہم تھے۔ ان میں ہر کوئی ایک جہان کا مقتدا اور پیشوا تھا۔

اس پانچ سالہ مدت میں شیخ قدس سرہٗ نے دو کتابوں کی تعلیم امام قفال قدس سرہٗ سے مکمل کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے 'مرو' سے 'سرخس' جانے کا قصد کیا۔ 'سرخس' پہنچ کر انھوں نے امام ابو علی زاہر بن احمد قدس سرہٗ کی شاگردی اختیار کی۔ یہ اپنے دور کے مفسر و محدث اور صاحب روایت شیوخ میں سے تھے اور انھیں کے حسن فیضان سے 'سرخس' میں شافعی مذہب کا ظہور اور اُسے ترقی و فروغ حاصل ہوا۔

امام ابو علی زاہر بن احمد قدس سرہٗ ان چند ائمہ میں سے ایک تھے جن کے برکات سے ان ریاستوں میں عوام کو معتزلہ کی بدعت اعتزال سے نجات ملی اور وہ سب امام شافعی کے مذہب میں دوبارہ شامل ہوئے۔

اعتزال کے فتنے سے آگاہ کرنے والے ائمہ میں امام محمد زنجویہ قدس سرہٗ العزیز نے 'شہرستاں، فراوہ اور نسا' کو، امام ابو عمرو فراہی قدس سرہٗ العزیز نے 'استوا اور خوجان' کو، امام ابو لبابہ میہنی قدس سرہٗ العزیز نے 'ابیورد خاوران' کو اور امام ابو علی فقیہ قدس سرہٗ نے 'سرخس' کو اپنی دعوت و تبلیغ کے ذریعے بدعت اعتزال کی وبا سے پاک کیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام ائمہ کرام اور مشائخ عظام پر اپنی خاص رحمت کی بارش برسائے۔

ہمارے شیخ قدس اللہ روحہ العزیز نے امام ابوعلی فقیہ قدس سرہٗ سے پابندی کے ساتھ تفسیر قرآن کا درس لیا اور نماز سے پہلے علم اصول اور نماز کے بعد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم لیتے رہے۔

مذکورہ بالا تینوں علوم میں وہ امام ابوعلی فقیہ قدس سرہٗ کے شاگرد تھے۔ امام ابوعلی فقیہ کا مزار 'سرخس' میں ہے۔

بیان کی گئی ترتیب کے مطابق ایک مدت تک وہ تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ تحصیل علم کے زمانے میں ایک دن انھوں نے شیخ لقمان سرخسی قدس سرہٗ کو دیکھا۔

شیخ قدس سرہٗ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دوران طالب علمی جب ہم 'سرخس' میں امام ابوعلی فقیہ قدس سرہٗ کے یہاں رہتے تھے، ان ہی ایام میں ایک دن 'شہرستان' جا پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ شیخ لقمان سرخسی قدس سرہٗ مٹی کے ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنی قمیص میں پیوند لگا رہے ہیں۔

شیخ لقمان سرخسی قدس سرہٗ کا شمار دانشور مجنونوں میں ہوتا تھا۔ طریقت کی ابتدا میں انھوں نے بہ کثرت مجاہدے کیے اور اپنے معمولات کی بجا آوری میں وہ بڑے محتاط تھے۔ ان کو اچانک ایک کشف ہوا کہ کسی کی وجہ سے ان کی عقل رخصت ہوگئی ہے۔ شیخ ابوسعید قدس سرہٗ نے خود بھی فرمایا تھا کہ شیخ لقمان سرخسی قدس سرہٗ ایک مجتہد و مرتاض مرد اور نہایت احتیاط پسند تھے، پھر ان کے اندر ایک جنون پیدا ہوگیا جس نے ان کو اس حال پر لا چھوڑا جو مشہور و معلوم ہے۔

لوگوں نے دریافت کیا کہ لقمان! تمہاری عقلمندی کا دور کیا تھا اور اب جنون کی حالت کا کیا مطلب ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ جس قدر زیادہ بندگی کرتا تھا اس سے بھی زیادہ بندگی کرنی چاہیے تھی، نہ کر سکا۔ آخرکار عاجز و درماندہ ہوکر میں نے عرض کیا کہ میرے مولا!

بادشاہوں کے غلام جب نحیف اور ضعیف ہو جاتے ہیں، ان کو آزاد کر دیا جاتا ہے، ان سے کوئی خدمت نہیں لی جاتی۔ تو میرا محبوب بادشاہ ہے، میں تیری عبادت اور بندگی میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تو مجھے آزاد فرما دے۔

لقمان نے کہا کہ میں نے ایک ندائے غیبی سنی کہ لقمان! ہم نے تمھیں آزاد کر دیا۔

ان کی آزادی کی یہی نشانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل سلب فرمالی۔ ☆☆☆

آپ کے میل / ایس ایم ایس / فون کا انتظار ہے!

☆ ماہنامہ خضر راہ کے مضامین آپ کو کیسے لگتے ہیں؟
☆ ماہنامہ خضر راہ میں آپ کا پسندیدہ کالم / مضمون؟
☆ ماہنامہ خضر راہ پڑھنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟
☆ ماہنامہ خضر راہ کو خوب تر بنانے کے لیے آپ کا کوئی مشورہ؟
☆ ماہنامہ خضر راہ میں کوئی ایسی چیز جو آپ کو پسند نہیں؟

ای میل: khizrerah@gmail.com
موبائل: 9312922953

جہانگیر حسن مصباحی

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

اللہ تعالیٰ کے نیک اور محبوب بندوں میں ایک اہم نام محبوب سبحانی محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا ہے جو اپنے عہد کے بلند پایہ صوفی بزرگ اور برگزیدہ ولی تھے۔علم وفضل، زہدو ورع اور تقوی وطہارت میں آپ کے جوڑ کا کوئی نہ تھا۔ بڑے بڑے اولیا اور صالحین آپ کی شان و عظمت کے آگے اپنا اپنا سر جھکائے نظر آتے ہیں، مثلاً:

ایک بار مجلس میں تقریباً دوسو علما حاضر تھے،جن میں شیخ حماد، شیخ علی ہیتی،خواجہ یوسف ہمدانی،شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی،شیخ احمد بن مبارک وغیرہ بھی تھے۔درمیان خطبہ فرمایا:قَدَمِیْ هٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ. شیخ علی ہیتی منبر کے پاس آئے اور آپ کے قدم مبارک کو اپنی گردن پر رکھ لیا۔یہ دیکھ کر تمام اولیا نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

نام ونسب: عبدالقادر نام اور تاج العارفین،محی الدین، شیخ الشیوخ وغیرہ لقب ہے۔آج جو سلسلہ قادریہ میں بیعت کی جاتی ہے وہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔

آپ نجیب الطرفین حسنی وحسینی سید ہیں۔سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

والد ماجد کا نام ابوصالح موسیٰ جنگی دوست ہے اور والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر ہے ۔یہ مشہور صوفی بزرگ عبداللہ صومعی قدس سرہٗ کی بیٹی تھیں۔جس قدر آپ کے والد کریم نیک و پارسا اور عابد وزاہد تھے اسی قدر والدہ کریمہ بھی نیک و پارسا اور عابدہ وزاہدہ تھیں۔

ولادت: محبوب سبحانی قدس سرہٗ کی پیدائش یکم رمضان المبارک بروز جمعہ ۴۷۰ ہجری مطابق ۱۰۷۷ عیسوی میں صوبۂ گیلان (عراق) کے ایک گاؤں 'نیف' میں ہوئی۔جو اس وقت بحر قزوین کے کنارے واقع ہے۔

بچپن: عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب بچہ والدین کی شفقت بھری گود سے نکلتا ہے اور پاؤں پاؤں چلنے لگتا ہے تو فطرتاً وہ کھیل کود کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا حال کچھ الگ اور نرالا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ:

بچوں کا کھیل کود میں مصروف ہونا ایک فطری تقاضا ہے لیکن شیخ پر تو ابتدا ہی سے حفاظت الٰہیہ کا پہرہ تھا،فرماتے ہیں:

جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو مجھے غیبی آواز سنائی دیتی کہ:تَعَالِ اِلَیَّ یَا مُبَارَكُ.

اے برکت والے میری طرف آ۔تو میں بھاگ کر اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں پناہ لیتا۔آج بھی میں خلوت میں وہ آواز سنتا ہوں۔ (اخبارالاخیار)

اس طرح والدین کی رحمت بھری شفقتوں نے محبوب سبحانی کے بچپن کو صالح ماحول میں سجایا سنوارا تو بزرگوں کی نورانی تربیت نے انھیں شعور کی منزلوں تک پہنچایا،مزید یہ کہ رحمت الٰہی کی پھوہار نے بالغ ہونے سے پہلے ہی شریعت کا علمبر دار بنا دیا۔

تعلیم کا آغاز: سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

جب پورے چار سال کے ہوگئے تو علاقے کے ایک مدرسے میں داخل ہوئے اور حصول تعلیم کا باضابطہ آغاز کیا اور مکمل دس سال تک اسی مدرسے میں تعلیم حاصل کی اور اٹھارہ سال کی عمر میں آگے کی تعلیم کے لیے بغداد روانہ ہوئے۔

۴۸۸ ہجری مطابق ۱۰۹۵ عیسوی میں بغداد پہنچنے کے بعد آپ نے بڑی جدوجہد کی اور بڑے بڑے علما وفقہا سے استفادہ کر کے مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل کیا، مثلاً: علم فقہ مشہور فقہا شیخ ابوالوفا علی، شیخ ابوالخطاب محفوظ، شیخ ابوالحسن بن قاضی وغیرہ سے حاصل کیا اور علم حدیث معروف محدثین شیخ محمد بن حسن باقلانی، شیخ ابوسعید محمد بن عبدالکریم، شیخ ابوالبرکات ہبۃ اللہ ابن مبارک وغیرہ سے، جب کہ علم ادب شیخ ابوزکریا یحییٰ بن علی تبریزی سے اور علم تصوف کی تحصیل شیخ حماد بن مسلم دباس اور شیخ ابومحمد جعفر بن احمد سراج سے کی۔

بیعت وخلافت: شیخ جیلانی قدس سرہٗ نے متعدد صوفیا سے ملاقات کی اور ان سے فیض پایا لیکن بیعت، خلافت واجازت اور خرقۂ تصوف قاضی ابوسعید مبارک مخزومی سے حاصل کی اور مجاہدہ وریاضت سے درجۂ کمال کو پہنچے۔

سراپا وحلیہ: شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے کلام کی تیزی اور آواز کی بلندی سامنے والوں پر ایک ہیبت طاری کر دیتی تھی۔ درمیانہ قد، چوڑا سینہ، لمبی گھنی داڑھی، رنگ گندمی اور دونوں ابرو ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔

ازدواجی زندگی: شیخ سہروردی کے مطابق آپ کی چار شادیاں ہوئیں۔ ان میں ہر ایک خوشحال خاندانوں سے تھیں یا پھر مختلف پیشہ جانتی تھیں۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ سب سے پہلی اہلیہ کون ہیں۔

اولاد: آپ کی متعدد اولاد بھی ہوئیں، ان میں دس مشہور کے نام یہ ہیں: شیخ عبدالوہاب، شیخ عیسیٰ، شیخ عبدالعزیز، شیخ عبدالجبار، شیخ عبدالرزاق، شیخ ابراہیم، شیخ یحییٰ، شیخ موسیٰ، شیخ محمد اسد، شیخ صالح قدست اسرارہم وغیرہ۔ یہ سب کے سب جلیل القدر عالم دین اور عظیم محدثین تھے۔

شخصیت وکمالات: شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ چونکہ طالب علمی کے زمانے ہی سے انتہائی علمی ذوق وشوق رکھتے تھے۔ مزید جان توڑ محنت، بزرگوں کی روحانیت اور مہربان اساتذہ کی نورانی تربیت بھی آپ کے ساتھ تھی، اس لیے جن علوم وفنون کے میدان میں قدم رکھا اس میں ماہر ہو گئے اور مختلف علوم وفنون پر ماہرانہ دسترس حاصل کر لی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: حضرت غوث الاغیاث قدس سرہٗ تیرہ علوم وفنون میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ (اخبارالاخیار)

تقی الدین ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ: شیخ جیلانی قدس سرہٗ اپنے زمانے کے عظیم مشائخ میں تھے۔ انھوں نے شریعت کی پابندی کے ساتھ بڑی سختی سے نفسانی خواہشات سے بچنے کی تلقین فرمائی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کیا۔

اخلاق: محبوب سبحانی قدس سرہٗ نہ صرف ولایت کے عظیم مقام پر فائز تھے بلکہ قاسم ولایت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل مظہر تھے۔ ابومعمر علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: میری آنکھوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سے بڑھ کر کسی کو عمدہ اخلاق والا، بڑا وسیع سینہ والا، کریم النفس، مہربان دل اور عہد ومحبت کا محافظ نہیں دیکھا۔ شیخ قدس سرہٗ عظیم ہونے کے باوجود حد درجہ چھوٹوں پر رحمت وشفقت اور بڑوں

کی عزت وتعظیم کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود بڑھ کر سلام کرتے ،ضعیفوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور فقرا کے ساتھ بڑی انکساری اور تواضع سے پیش آتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سلام کرنے میں پہل کرتے ،طالب علموں اور مہمانوں کی خوب خاطر داری کرتے بلکہ ان کی غلطیوں اور گستاخیوں کو بھی معاف کردیتے تھے۔غرض کہ مشائخ وقت میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت قلب، کریم النفس، مہربانی، وعدہ پورا کرنے میں آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔(اخبارالاخیار)

عبادت وریاضت: محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ خود فرماتے ہیں کہ پچیس سال تک دنیا سے کنارہ کش اور الگ تھلگ ہوکر عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں رہا اور اس میں اس طرح چکر کاٹتا رہا کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ کوئی مجھے پہچانتا تھا۔ ایسے عالم میں رجال الغیب اور جنات میرے پاس آتے اور میں انھیں ہدایت کی تعلیم دیتا تھا۔

اور فرماتے ہیں کہ: عبادت وریاضت اور مجاہدہ کا کوئی ایسا طریقہ نہیں جس کو میں نے اپنے نفس کے لیے نہیں اپنایا اور اس پر قائم نہیں رہا۔ ایک سال تک میں نے ساگ، گھاس اور اس جیسی دوسری چیزوں پر اپنا گزارا کیا اور پانی بالکل نہ پیا پھر ایک سال تک نہ تو کچھ کھایا، نہ تو کچھ پیا اور نہ ہی کبھی سویا۔

شیخ ابوالفتح ہروی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ میں سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں چالیس سال تک رہا اور اس مدت میں ہمیشہ میں نے آپ کو عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ پندرہ سال تک ایک رات میں پورے قرآن کریم کی تلاوت کرلیا کرتے تھے۔

(طبقات شعرانی، اخبارالاخیار)

خدمات: شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے دور میں حالات نہایت خراب تھے۔ دینی واخلاقی حالت کافی خستہ ہوچکی تھی۔ بدکاری اور شراب نوشی عام تھی۔ عوام کا ذکر کیا علما تک جاہ پرستی اور دنیا طلبی وعیش کوشی کا شکار تھے۔ ایسے نازک دور میں آپ نے مذہبی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی برائیوں کا خاتمہ کیا۔ باطل کے عقیدوں کی تابوت کو اپنی روحانی فکری شراروں سے بھسم کرڈالا اور علما ومشائخ کے ساتھ عوام الناس کی بھی حفاظت فرمائی اور ایک طرف ان کے ظاہر وباطن کی اصلاح کی تو دوسری طرف وعظ ونصیحت اور تصنیف وتالیف سے تزکیہ اور تطہیر کا کام لیا۔

درس وتدریس: شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اپنے مرشد شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہٗ کے قائم کردہ مدرسہ میں (جو باب الازج کے پاس واقع تھا) مقرر ہوئے اور وہاں لمبے عرصے تک تعلیم وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ پہلے تو طلبہ کی تعداد مختصر ہی مگر جب آپ کی علمی لیاقت اور تدریسی ہنرمندی کا شہرہ عام ہوا تو طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی اور مدرسہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گیا۔ چنانچہ کچھ اہل خیر مدرسہ کی تعمیر وتوسیع کے لیے آگے آئے اور ۵۲۸ ہجری مطابق ۱۱۳۵ عیسوی میں نئی تعمیر وتوسیع مکمل کرنے کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کا نام مدرسہ قادریہ رکھا۔

فتوی نویسی: آپ فقہ وافتا میں بھی منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے بلکہ اس فن کے امام تھے۔ تقریباً زندگی کے تمام

شعبوں سے فتویٰ طلب کیا جاتا اور ہر ایک کا بڑی تشفی بخش جواب عنایت فرماتے تھے۔فتویٰ نویسی میں اس قدر مہارت حاصل تھی کہ سخت پیچیدہ مسائل بھی پل بھر میں حل فرمادیا کرتے تھے۔آپ کی فقہی بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہزار ہا فتاوے دینے کے باوجود کبھی کسی بڑے سے بڑے مفتی اور فقیہ کو قیل وقال کرنے کی گنجائش ملی اور نہ ہی کبھی رجوع کرنے کی نوبت ہی آئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تمام عراقی علما کے مرجع تھے بلکہ دنیا بھر کے طالبان علم کے مرکز عقیدت تھے۔دنیا کے گوشے گوشے سے آپ کے پاس فتاوے آتے اور مطالعہ کے بغیر ان فتاوے کا فوراً صحیح جواب لکھ دیتے تھے۔بڑے سے بڑے عالم کو بھی آپ کے فتاوے کی صحت کے خلاف کچھ لکھنے یا بولنے کی مجال نہ تھی۔

ایک بار کسی فتویٰ کا جواب دینے سے عجم کے علما عاجز آگئے تو وہ سوال آپ کے پاس آیا کہ:

ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ اللہ کی ایسی عبادت نہ کرے جس میں کوئی بھی کسی بھی جگہ اس کے ساتھ شریک نہ ہو تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں۔

اب وہ کون سی عبادت کرے جس سے اس کی قسم نہ ٹوٹنے پائے۔آپ نے برجستہ فرمایا کہ:

اس کے لیے خانۂ کعبہ خالی کرائے اور تن تنہا کعبہ کا سات طواف کرے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی،کیونکہ ایسی صورت میں اس عبادت میں اس کا کوئی شریک نہ ہوگا۔ (اخبار الاخیار)

تصنیفات: جن تصانیف کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ فتوح الغیب ۲۔الفتح الربانی ۳۔خلاءالخواطر
۴۔مکتوبات سبحانی ۵۔رسالہ غوثیہ ۶۔غنیۃ الطالبین

اس طرح محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے اپنی پوری زندگی دین حق کی خدمت اور مسلمانوں کی اصلاح ورہنمائی میں گزاردی۔

وصال: شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب آپ پر وصال کے آثار ظاہر ہوئے تو فرمایا:

میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں۔میرے اور مخلوق کے درمیان زمین اور آسمان کا فرق ہے۔مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرنا۔میری تخلیق تمام امور سے بالاتر ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماوراہوں۔

اے دنیا میں رہنے والو،سنو!اللہ کا ارشاد ہے: اِنِّی أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ. (بقرہ:۳۰) میں ان میں سے ہوں جنھیں اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (اخبارالاخیار)

پھر وصال سے کچھ دیر پہلے تازہ پانی سے غسل فرمایا اور عشا کی نماز ادا کی اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوکر تمام امت محمدیہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔اس کے بعد آپ پر سکرات کا عالم طاری ہوگیا اور تین بار اللہ، اللہ اللہ فرمایا۔اسی کے ساتھ آواز پست ہوتی گئی اور اکیانوے سال کی عمر پاکر ۱۷ربیع الآخر (بعض کے نزدیک ۹ربیع الآخر) ۵۶۱ ہجری میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

جنازے کی نماز آپ کے بیٹے شیخ عبدالوہاب قدس سرہٗ نے پڑھائی۔

☆☆☆

ضیاء الرحمن علیمی

الفتح الربانی: خزینۂ سلوک ومعرفت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا.

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ (فاطر:۲)

قطب ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ (۴۷۰-۵۶۱ھ) کا شمار ان صوفیا میں ہوتا ہے جن کے ذریعے اللہ نے لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیے۔ غوث پاک کے مشہور القابات میں ایک لقب 'محی الدین' بھی ہے۔ عوام وخواص سب کی زبان پر اس لقب کا ذکر بارہا آتا تو ہے لیکن وہ عموماً اس کی معنویت اور اس کی گہرائی سے واقف نہیں ہوتے۔ آپ محی الدین کیوں ہیں؟ آپ نے دین کو کس طرح زندہ کر دیا؟ اس حقیقت سے واقفیت کے لیے آپ کی مجالس وعظ کی تاریخ اور اس کی کیفیت معلوم کرنی ہوگی۔ آپ اپنی مجالس وعظ کی وجہ سے آفاق (دنیا) میں مشہور ہوئے۔ مجالس وعظ کے ذریعہ آپ نے نہ جانے کتنے مردہ دلوں کی مسیحائی کی، کتنے نافرمان قلوب کو ان کے رب کا فرماں بردار بنا دیا۔ لوگوں کے دلوں میں ایمان کے پودے لگائے، جن سے اسلام کی شاخیں نکلیں اور احسان کے میٹھے پھل آئے۔ اس طرح آپ 'محی الدین' کہلائے۔

آپ کی مجلس وعظ کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی اس سلسلے میں مورخین لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے شیخ حضرت ابوسعید مخزومی کے عہد میں ہی وعظ کہنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ۵۲۱ھ میں حضرت ابوسعید مخزومی قدس سرہٗ نے سب سے پہلے باب الازج کے پاس واقع اپنے مدرسے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے لیے مجلس وعظ کا انعقاد کیا اور پھر یہیں سے سلسلہ چل پڑا۔ ہفتے میں تین دن اتوار اور جمعہ کی صبح اور منگل کی شام کو آپ کی مجلس وعظ منعقد ہونے لگی۔ آپ کی مجالس میں وزرا، امرا اور شہر کے بڑے بڑے لوگ حاضر ہوتے۔ ان میں شرکت کی برکت سے بہت سے ظالم حکام اپنے مظالم سے باز آ گئے۔ بہت سے گمراہ اپنی گمراہیوں سے تائب ہوئے۔ عام لوگوں پر آپ کے دلگیر مواعظ کا بڑا گہرا اثر پڑا، ایک لاکھ سے زائد رہزن اور بدبخت لوگوں نے توبہ کی اور پانچ ہزار یہودی اور عیسائی اسلام لائے۔ جب آپ وعظ کہتے تو استغراق کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کے عمامہ کی لڑیاں کھل جاتیں لیکن آپ کو پتا نہیں چلتا۔ جو کتابیں آپ کی طرف منسوب ہیں ان میں ''الفتح الربانی'' اور ''فتوح الغیب'' بہت مشہور ہیں۔

درحقیقت یہ آپ کی تالیف نہیں بلکہ آپ کی مجالس وعظ کا مجموعہ ہے جس کو کسی نے جمع کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کتاب آپ کے نام سے چھپ رہی ہے اور جامع کا کہیں کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ اس مجموعے میں آپ کی ۶۲ ر مجالس موجود ہیں۔ پہلی مجلس اس بات کے بیان میں ہے کہ مصیبت کے وقت مولیٰ تعالیٰ کی ذات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

چنانچہ خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مصیبت کے وقت مولیٰ تعالیٰ پر اعتراض دین وتوحید اور توکل واخلاص کی

موت ہے، مومن کا قلب چون و چرا نہیں جانتا، نہ اس کی لغت میں ''بلکہ'' ہوتا ہے اور نہ کبھی اس طرح کے الفاظ اس کی زبان پر آتے ہیں، نفس سراسر انسان کا مخالف اور اس کو خواہشات کی دعوت دینے والا ہے، چنانچہ جو شخص اپنے نفس کو صالح بنانا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ نفس کے خلاف مجاہدہ کرے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہ سکے، نفس سراسر شر ہے، یہی نفس مجاہدہ کے بعد نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور پھر سراسر خیر بن جاتا ہے، تمام نیکیوں میں اور تمام گناہوں کو ترک کرنے میں انسان کا ہم نوا بن جاتا ہے، پھر اس وقت اس کو کہا جاتا ہے: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي.

ترجمہ: اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف اس حال میں پلٹ آ کہ تو اللہ سے راضی اور اللہ تجھ سے راضی، پھر میرے بندوں میں داخل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔ (الفتح الربانی، پہلی مجلس)

دنیا ناقصوں کے لیے حجاب ہے، اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: دنیا آخرت کے لیے حجاب ہے اور آخرت رب تعالیٰ سے محجوب کرنے والی ہے، ہر مخلوق خالق سے حجاب ہے، جتنی دیر بھی تم مخلوق کے ساتھ رہوگے اپنے رب سے محجوب رہوگے۔ اپنے قلب و سرّ کے ساتھ، ماسوا سے مکمل زہد اختیار کر کے، سب سے جدا ہو جاؤ، حیرانی و پریشانی کے عالم میں، رب تعالیٰ سے فریاد کرو، اسی سے مدد کی بھیک مانگو، اس کی تقدیر اور اس کے علم کو نظر میں رکھو اور اس کی چوکھٹ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ جب تک تم اس کی چوکھٹ تک نہ پہنچ جاؤ، اس تک وقت نہ مخلوق کی طرف توجہ کرو، نہ دنیا کی طرف اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف۔ جب تمہارے قلب و سرّ کو اس کی بارگاہ تک رسائی حاصل ہو جائے، وہ تم کو اپنا مقرب بنالے، تم کو مقام تحیت سے نواز دے، دلوں پر حاکم و امیر بنا دے اور تم کو (امراض باطنی کا) طبیب مقرر کر دے تو اس وقت تم مخلوق اور دنیا کی طرف توجہ کرو، یہ توجہ مخلوق کے حق میں نعمت ہوگی، ان کے ہاتھوں سے دنیا لے کر فقرا کو عطا کرنا اور اس میں سے اپنا پورا حصہ لینا مخلوق کے لیے عبادت و طاعت ہوگی اور اس میں ان کے لیے سلامتی ہوگی، مردان خدا میں سے جو اس طرح سے دنیا حاصل کرے گا اس کو دنیا کوئی ضرر نہیں پہنچائے گی بلکہ وہ سلامتی میں ہوگا اور دنیا سے اس کا حصہ دنیاوی آلودگیوں سے پاک ہوگا۔ (۲۱ویں مجلس)

علم و عبادت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اے علم کا دعوی کرنے والو! دنیا داروں سے دنیا کی بھیک مانگنے والو! اور ان کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کرنے والو! علم کے باوجود اللہ نے تم کو گمراہ کر دیا ہے، تمہارے علم کی برکت چلی گئی ہے، مغز نکل چکا ہے صرف چھلکا رہ گیا ہے اور اے عبادت کا دعویٰ کرنے والو! تمہارا دل تو مخلوق کا پجاری ہے، تم ان سے ڈرتے ہو اور ان سے امید رکھتے ہو۔ بظاہر تمہاری عبادت اللہ عز و جل کے لیے ہے لیکن درحقیقت تمہاری عبادت مخلوق کے لیے ہے۔ تمہاری طلب اور تگ و دو (کوشش) دنیاداروں کے مال و زر اور ان کا سامان عیش حاصل کرنے کے لیے ہے۔ تم لوگوں سے اپنی حمد و ثنا کے امیدوار رہتے ہو، ان کی مذمت اور ان کی ناراضگی سے ڈرتے ہو، تم بہت زیادہ سرکش ہو، دھوکے باز ہو۔ لوگوں کے دروازے پر

جا کر کے چکنی چکنی باتیں کر کے ان کی نوازشات کی امید رکھتے ہو۔یہ تمہارے لیے ہلاکت ہے۔تم مشرک ہو،منافق ہو،ریاکار ہو،دین میں زبردستی گھس آنے والے اور زندیق ہو۔تمہارے لیے تباہی ہو!تم کس سے اپنی پاکدامنی کا اظہار کر رہے ہو؟اس ذات سے جو نگاہوں کی خیانتوں سے واقف ہے اور ان باتوں سے بھی جو دلوں میں پوشیدہ ہے۔تمہارے لیے تباہی ہو! تم نماز میں اللہ اکبر کہہ کر زبان سے اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہو،جب کہ دل سے تم اس کو جھٹلاتے ہو۔تمہارے دل میں تو مخلوق کا مرتبہ اللہ سے بڑا ہے۔اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اس کے علاوہ کسی کی رضا کے لیے کوئی نیکی نہ کرو۔نہ دنیا کے لیے نہ آخرت کے لیے۔اللہ کی رضا کا ارادہ رکھنے والے بنو۔اس کو رب ماننے کا حق ادا کرو۔اپنی حمد وثنا کے لیے عمل مت کرو، دنیاوی نعمتوں سے محرومی کے خوف سے اور دنیاوی نعمتوں کی امید لگا کر عمل مت کرو،تمہارا برا ہو۔تمہارے رزق میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔خیر وشر جو مقدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا،اس لیے اپنے آپ کو تقدیر میں لکھی چیزوں کی فکر میں لگا کر مت رکھو، ان کو رب تعالیٰ پہلے ہی طے کر چکا ہے،اس کی اطاعت میں اپنے آپ کو لگاؤ۔دنیا کی حرص اور امید کم کرو۔موت کو نگاہوں کے سامنے رکھو(کہ کس وقت موت آجائے اور عمل کا سلسلہ ختم ہوجائے) فلاح پا جاؤ گے اور ہر حال میں شریعت مطہرہ کی موافقت کرتے رہو۔ (۲۹ویں مجلس،ص:۱۲۷-۱۲۸)

صالحین کی محبت پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

تمہارے دین کو جو مرض لاحق ہے اس کے لیے مجھ سے ایک دوا لے لو اور استعمال کرو صحت یاب ہو جاؤ گے۔اولیائے صالحین جو دین ودل کے طبیب ہیں،ہمارے اسلاف ان کی تلاش میں مشرق ومغرب کا چکر لگاتے اور اگر کسی ایک سے ان کی ملاقات ہو جاتی تو وہ ان سے اپنے دینی مرض کی دوا مانگتے۔ آج تمہارا حال یہ ہے کہ سچے فقہا،علما،اولیا جو ادب سکھانے والے اور تعلیم سے آراستہ کرنے والے ہیں ان سے تم بغض رکھتے ہو پھر تم کو تمہارے مرض کی دوا کہاں ملے گی؟ (۳۹ویں مجلس)

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

مشائخ کی تحقیر مت کرو۔تم اللہ،اس کے رسول اور اس کے صالح بندوں سے جاہل ہو... بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر ابلیس ہے۔تم کتاب وسنت پر عمل کرنے والے علما ومشائخ کی پیروی کرو،ان سے حسن ظن رکھو، ان سے علم حاصل کرو اور ان کے ساتھ حسن ادب سے پیش آؤ، فلاح پا جاؤ گے۔اگر تم کتاب وسنت اور مشائخ عارفین کی پیروی نہیں کرو گے تو کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔تم نے سنا نہیں کہ جس نے اپنی رائے اور فکر کی وجہ سے اپنے آپ کو مشائخ کی صحبت سے بے نیاز سمجھا وہ گمراہ ہو گیا۔جو تم سے زیادہ علم والا ہے اس کی صحبت میں رہ کر پہلے اپنے نفس کو رذائل سے پاک کرو اور اس کی اصلاح میں لگ جاؤ پھر کسی اور کی فکر کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اِبْدَأْ بِنَفْسِکَ ثُمَّ بِمَنْ تَعُوْل.

ترجمہ:اصلاح کی شروعات اپنے آپ سے کرو پھر ان کی طرف توجہ کرو جن پر تم بھروسہ کرتے ہو۔

اور فرماتے ہیں کہ:لَاصَدَقَةَ وَذُوْرَحِمٍ مُحْتَاجٌ.

اگر رشتہ دار محتاج ہوں تو دوسرے پر صدقہ درست نہیں۔(ایضاً)

☆☆☆

جہانگیر حسن مصباحی

فتوح الغیب اور فلاح دارین

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا و مرسلین بھیجے جنھوں نے انسانوں کو صراط مستقیم کی رہنمائی کی اور دین و دنیا میں کامیاب ہونے کا بہترین نسخہ بتایا۔لیکن جب رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا دروازہ بند کر دیا مگر رشد و ہدایت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

ہاں! اتنا ضرور ہوا کہ رشد و ہدایت کا یہ فریضہ انبیا و رسل علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد اولیا اور صلحا انجام دینے لگے۔اب اولیا اور عارفین باللہ قیامت تک آتے رہیں گے اور انسانوں کو صراط مستقیم کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ہیں۔آپ نے اپنی تصنیفات وتعلیمات سے بے شمار انسانوں کی ہدایت فرمائی اور امرا و علما کی اصلاح کر کے ان کے دلوں میں عشق الٰہی اور ایمانی جذبہ بیدار کیا۔ہم یہاں پر شیخ کے ملفوظات کا مجموعہ 'فتوح الغیب' پر گفتگو کریں گے جو ہر اعتبار سے دین و دنیا میں صلاح و فلاح کی علامت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اور ان جیسی شخصیات کی تعلیمات کا اثر عوام الناس پر کیوں زیادہ ہوتا ہے اور دنیا ان کے آگے کیوں جھکتی نظر آتی ہے تو اس کے متعدد اسباب ہیں:

پہلا: یہ ہستیاں پہلے خود اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی صحبت اختیار کرتی ہیں،ان کی تعلیمات پر عمل کرتی ہیں اور پھر دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت و ترغیب دیتی ہیں،جیسے ایک استاذ پہلے خود تعلیم حاصل کرتا ہے اس کی پریکٹس کرتا ہے اور پھر وہ بچوں کو پڑھاتا ہے تو اس کا نتیجہ بہتر سامنے آتا ہے۔

دوسرا: ایسے پاکیزہ نفوس اعمال صالحہ اور مجاہدے سے اللہ تعالیٰ کا قرب اس قدر حاصل کر لیتے ہیں کہ بظاہر ہر عمل اور ہر کام ان کا ہوتا ہے لیکن اس میں اثر کی طاقت وقوت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

تیسرا: ان نیک ہستیوں کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی، بلکہ ان کا جو بھی عمل ہوتا ہے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے، بالفاظ دیگر یہ نیک ہستیاں خود کو اپنے رب کے سپرد کر دیتی ہیں اور جو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس بندے کا ہو جاتا ہے،اس لیے ان کی تعلیمات میں انقلابی اثر ہوتا ہے۔

مزید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو اللہ کی ایسی عنایتیں حاصل تھیں کہ ان کی تعلیمات کا اثر ہونا لازمی تھا اور ایسا ہوا بھی کہ آپ نے جو کچھ تعلیمات دیں وہ فطری طور پر انسانی دلوں پر اثر انداز ہوئیں، بلکہ آج سالہا سال گذر جانے کے باوجود اگر کوئی 'فتوح الغیب' کا مطالعہ کرے تو اسے وہی ایمانی و اصلاحی اور پاکیزہ اثر محسوس ہوگا جو چھٹی صدی ہجری میں محسوس ہوتا تھا اور جسے سن کر لوگ مست و بے خود ہو جاتے تھے، دل نور عرفان سے روشن ہو جاتا تھا،ایک روحانی کیفیت اور ایمانی لطف و لذت کا احساس ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے خوف و جلال سے ان کا بدن لرز اٹھتا تھا۔

۱۔محبت خالص اللہ کے لیے: محبت کسی سے بھی ہو جب تک اس میں خلوص شامل نہیں تو وہ محبت بدمزہ ہے۔شیخ

جیلانی قدس سرہٗ اللہ سے خالص محبت کی تلقین کرتے ہیں کہ:

تو اکثر کہتا ہے کہ میں جس چیز سے محبت کرتا ہوں وہ عارضی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ جلد ہی درمیان میں جدائی اور موت یا دشمنی کی دیوار حائل ہوجاتی ہے، اگر مال سے محبت ہے تو وہ بھی جلدی ختم ہوجاتا ہے یا گم ہوجاتا ہے۔

اے اللہ کے بندے! کیا تجھے پتہ نہیں ہے کہ اللہ نے تجھے اپنے لیے پیدا فرمایا ہے اور تو غیر کی طرف جارہا ہے، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ. (مائدہ:۵۴)

ترجمہ: اللہ ان کو اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. (اور میں نے جنات وانسان اس لیے پیدا کیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ ذاریات:۵۶) (بتیسواں مقالہ)

۲۔محبت وعداوت کا معیار: کس بنیاد پر ایک بندے سے محبت کی جائے اور کس بنیاد پر دشمنی، کیونکہ یہ بھی دنیا و آخرت کی کامیابی کا ایک اہم حصہ ہے، اگر محبت وعداوت رکھنے میں توازن (Balance) نہیں تو ممکن ہے کہ اعمال صالحہ کے باوجود بندہ فلاح کی خوشبو سے محروم رہ جائے، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اسی پہلو کی نشاندہی فرماتے ہیں کہ:

جب تو اپنے دل میں کسی شخص کی محبت یا عداوت پائے تو اس شخص کے اعمال کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ، اگر وہ اعمال کے لحاظ سے کتاب وسنت کا مخالف ہے تو تو صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی ومحبت پر خوش رہ۔ لیکن اگر اس کے اعمال کتاب وسنت کے مطابق ہیں پھر بھی تو اسے دشمن سمجھتا ہے تو تو نفسانی خواہشات میں گرفتار ہے اور اپنے ذاتی اغراض کے لیے دشمنی رکھتا ہے۔ اس بغض وعداوت کی وجہ سے تو اس پر ظلم کررہا ہے اور اللہ ورسول کے فرمان کی مخالفت کررہا ہے جو ایک جرم ہے، اس لیے اپنے اس بغض وعداوت سے بارگاہ الٰہی میں توبہ کر اور اللہ سے خود اس کی اور اس کے نیک بندوں اور صالحین کی محبت کا سوال کر۔ اسی طرح جس شخص سے تو محبت رکھتا ہے اس کے افعال وکردار کتاب وسنت کی روشنی میں پرکھ، اگر اس کے اعمال کتاب وسنت کے مطابق ہیں تو بے شک اس سے محبت رکھ اور اگر اس کے اعمال کتاب وسنت کے خلاف ہیں تو تو اسے دشمن جان! تاکہ تیری محبت ودشمنی محض خواہشات نفسانی کے تابع ہوکر نہ رہ جائے، کیونکہ تجھے اس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے: وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (ص:۲۶)

ترجمہ: اور نفسانی خواہش کے پیچھے نہ بھاگ، کیونکہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ (اکتیسواں مقالہ)

۳۔حسد وکینہ ایک بیماری ہے: ہمارے درمیان حسد، کینہ دشمنی اور جلن کی بیماری عام ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ہم اس بیماری کے شکار ہوجاتے ہیں اور خود کو ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں، شیخ قدس سرہٗ اس سے پرہیز کی تلقین فرماتے ہیں کہ:

کیا وجہ ہے کہ میں تجھے اپنے ہمسائے سے حسد کرنے والا دیکھتا ہوں؟ تو اس کے خوردونوش، لباس ومکان، زن ومال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی دوسری نعمتوں سے جلتا ہے۔ تجھے علم نہیں کہ حسد ایک ایسی خطرناک بیماری ہے جو ایمان کو کمزور، مولیٰ کی بارگاہ سے دور اور اللہ کی نافرمانی کا باعث بن جاتی ہے۔

کیا تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ:

حاسد میری نعمتوں کے دشمن ہیں اور حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

اے مسکین! تو اس کی کس چیز پر حسد کرتا ہے؟ اس کی

قسمت پر یا اپنی قسمت پر؟ اگر تو اس کی قسمت پر حسد کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے، فرمان باری ہے:

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَعِیۡشَتَهُمۡ فِی الۡحَیَاةِ الدُّنۡیَا.

ترجمہ: ہم نے ان کے درمیان ان کے جینے کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹ دیا۔ (زخرف:۳۲)

پس تو ایک ایسے شخص پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر صابر ہے، حسد کے ذریعے ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ خود ہی غور کر کہ تجھ سے زیادہ ظالم، بخیل، احمق اور کم عقل کون ہے؟ اگر تو اپنے نصیب پر حسد کر رہا ہے تو یہ اس سے بھی زیادہ جہالت اور نادانی ہے، تیرا حصہ غیر کو کبھی نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اللہ ایسا کرنے سے پاک ہے: **مَا یُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ.** (میرا فیصلہ بدلتا نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔ ق:۲۹) (۳۷واں مقالہ)

۴۔خواہشات نفسانی سے پرہیز: انسان کے پاس نفس کی شکل میں ایک شیطان ہے جسے چاہ کر بھی اپنے سے الگ نہیں کر سکتا، البتہ! اس کو اپنے قابو میں کر کے اس کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں اور عذاب سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ نفس کے شر اور فساد سے پرہیز کی تلقین کرتے ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:

نفس کی دو حالتیں ہیں: ایک حالت عافیت اور دوسری حالت آزمائش۔ جب نفس آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے تو گھبراہٹ، شکایت، اعتراض اور اللہ پر تہمت لگاتا ہے۔ اس وقت اسے نہ صبر رہتا ہے اور نہ وہ تقدیر الٰہی پر راضی، بلکہ بے ادبی اور شرک وکفر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جب نفس عافیت کی حالت میں ہوتا ہے تو لالچ، نافرمانی اور خواہشات میں پڑ جاتا ہے۔ جب ایک خواہش حاصل کر لیتا ہے تو دوسری طلب کرتا ہے۔ حاصل شدہ نعمت اسے حقیر دکھائی دیتی ہے اور اس میں عیب نظر آتا ہے۔ وہ اس سے ایسی اعلیٰ اور بہتر نعمت کی تمنا کرتا ہے جو سرے سے اس کی قسمت میں ہے ہی نہیں۔ اس طرح وہ اپنے حصے سے منہ پھیر لیتا ہے۔ پھر نفس انسان کو عظیم مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔

تقسیم کی ہوئی اور موجودہ چیزوں پر راضی نہیں ہوتا، پس وہ سختیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں مشقتوں کے درمیان گھرا رہتا ہے، کیونکہ کہا گیا ہے کہ جو چیز قسمت میں نہیں اس کا طلب کرنا سخت عذاب ہے۔ (۴۲واں مقالہ)

۵۔صبر وشکر: یہ دونوں انسانی زندگی کا لازمہ ہے اور اخلاق کے بنیادی حصے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں ایک انسان کو نہ صرف اللہ سے قریب ہونے کا موقع فراہم کرتی ہیں بلکہ انسانی سماج میں اسے عزت و شرافت سے جینے کا راستہ بھی ہموار کرتی ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:

صبر وشکر دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو مصیبت و آزمائش کی حالت میں ہوگا یا پھر نعمت کی حالت میں۔ اگر مصیبت و آزمائش کی حالت میں ہے تو تجھ سے صبر کا مطالبہ کیا جائے گا مگر یاد رہے کہ یہ ادنیٰ درجہ ہے اور ہر حال میں صبر کرنا اس سے بہتر اور بلند درجہ ہے، پھر رضا اور موافقت ہے پھر فنا کا درجہ ہے اور یہ سب عارفین باللہ اور علما کے لیے ہے اور اگر نعمت کی حالت ہے تو اس پر شکر ادا کرنا ضروری ہے اور شکر زبان، دل اور تمام اعضا و جوارح سے ادا ہوتا ہے۔

زبان سے شکر ادا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دل کی گہرائی سے اس بات کا اعتراف کرے کہ ہر نعمت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اس میں اپنی ذات، مخلوق، کسب، ہنر اور طاقت کا کوئی دخل نہیں، اس لیے کہ تو خود اور یہ ساری چیزیں نعمت کے

اسباب اور وسائل ہیں۔نعمت کو پیدا کرنے والا ،اس کو تقسیم کرنے والا اور اس کا مسبب صرف اللہ ہے۔جب نعمت کی تقسیم اور پیدائش اسی کے ہاتھ میں ہے تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا کس طرح شکر اور حمد کے لائق ہوسکتا ہے اور یہ ظاہر سی بات ہے کہ ہدیہ لانے والے غلام کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ہدیہ بھیجنے والے مالک پر نظر ہوتی ہے اور جسے یہ بصیرت حاصل نہیں ہوتی ان کے متعلق اللہ کا فرمان ہے: يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ. (وہ دنیا کی ظاہری زندگی تو جانتے ہیں مگر آخرت کی زندگی سے کلی طور پر بے خبر ہیں۔روم:۷) (۵۹واں مقالہ)

۶۔دولت کی خرابی: بظاہر دولت بڑی اچھی اور بھلی معلوم ہوتی ہے مگر یہ اسی وقت بہتر ہے جب فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو،اگر یہ دولت عبادت سے روکے اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں نہ آنے دے تو پھر یہ کسی مصیبت سے کم نہیں بلکہ اس بات کا خوف ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں کوئی وبال نہ آجائے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:

اگر اللہ تجھے مال و دولت عطا فرمائے اور اس کی وجہ سے تو اللہ کی عبادت سے منھ پھیر لے تو دنیا و آخرت میں اللہ اس کو تیرے لیے حجاب بنادے گا اور ممکن ہے کہ اللہ تجھ سے دولت بھی چھین لے اور تیری حالت بدل ڈالے... اور اگر تو نے مال کو عبادت الٰہی کے فرائض کی بجاآوری میں رکاوٹ نہ بننے دیا تو وہ مال ہمیشہ کے لیے تجھے بخش دیا جائے گا،اس میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوگی اور وہ مال تیرا خادم اور تو اپنے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا خادم ہوگا۔

چنانچہ دنیا میں تو ناز و نعم کی زندگی گزارے گا اور آخرت میں بھی ہمیشہ کے لیے جنت اور اعزازی طور پر صدیقین،شہدا اور صالحین کی رفاقت حاصل رہے گی۔ (بارہواں مقالہ)

۷۔نجات اور کامیابی: ایک انسان کی زندگی میں ہر عیش وآرام میسر تو ہے لیکن اگر اسے کامیابی حاصل نہیں تو اس کی زندگی بیکار ہے،اسی طرح ایک بندہ؛ مومن تو ہے لیکن آخرت میں نجات کی امید نہیں تو جینا بیکار ہے،اس لیے ہمیشہ آخرت کی نجات کے لیے تیاری کرنا ضروری ہے۔

محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ دنیا وآخرت میں نجات کا یہ نسخہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اللہ و رسول کی اطاعت کرو،ان کے ارشادات سے باہر قدم نہ رکھو،اللہ کو ایک جانو،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس پر ایمان رکھو،اس پر تہمتیں نہ لگاؤ...اسی سے مانگو اور رنجیدہ ہونے کے بجائے انتظار کرو،رحمت الٰہی کے امیدوار بنو،ناامید مت رہو،ایک ساتھ عبادت کرو،باہمی محبت وخلوص سے پیش آؤ اور ایک دوسرے کے لیے دل میں غصہ نہ پیدا ہونے دو۔اپنے دامن کو گناہوں سے داغدار نہ ہونے دو اور اپنے رب کی اطاعت سے خود کو آراستہ کرو... بارگاہ الٰہی میں توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہنے میں رات ہو یا دن ہرگز تاخیر نہ کرو اور نہ ہی اس سلسلے میں ملول ہو۔

شاید رحمت الٰہی کا سایہ تمھیں اپنی پناہ میں لے لے،جہنم کے بھڑکتے شعلوں سے نجات پاکر جنت کی باغوں میں پہنچ جاؤ اور تمھیں اللہ کا وصال حاصل ہوجائے۔ (دوسرا مقالہ)

یہ وہ قیمتی،نورانی اور عرفانی تعلیمات وفرمودات ہیں جن پر عمل کر کے ہر عہد اور ہر زمانے میں دین ودنیا کی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

غلام مصطفی ازہری

اللہ کے بندوں سے جہاں خالی نہیں ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهِ وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِي اَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَإِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ اُرَاهُ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ. (صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر وسنن ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ)

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے، رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ اس کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اسی زمین میں مقیم رہے جہاں وہ پیدا ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا لوگوں کو ہم اس کی خوشخبری نہ دے دیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں اور ہر درجات کے درمیان زمین و آسمان کے برابر دوری ہے۔ ان درجات کو اللہ نے مجاہدین کے لیے بنایا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ سے کچھ طلب کرو تو جنت الفردوس طلب کرو، کیونکہ یہ جنت میں سب سے اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی فردوس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں۔

جنت کیا ہے؟ جنت رضائے الٰہی، دیدار الٰہی اور اس کے قرب خاص کا محل ہے۔ اس کے علاوہ جنت کی ساری خوبیاں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں اس لیے اگر جنت میں یہ خوبیاں نہ ہوتیں تو جنت اپنی تمام تر زیبائش و آرائش کے باوجود جہنم نما ہوتی۔

قرب کی پہلی منزل، رضائے الٰہی کی پہلی سیڑھی اور ولایت کا پہلا درجہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دینا ہے اور آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ اَحْكَامِهِ ہے۔

مشائخ نے کہا ہے کہ ولایت کے سو درجات ہیں۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ اسی حدیث سے ماخوذ ہے: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ. قرب الٰہی اور ولایت کے سو مقامات ہیں۔

سنن ترمذی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ:

ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُونَ. لوگوں کو نیک عمل کرنے دو۔

تاکہ لوگ اعمال صالحہ اور اللہ کے فضل سے، قرب کے ان سو مراتب میں سے جہاں تک ہو سکے حاصل کر لیں۔

ترمذی کی روایت میں مغفرت اور دخول جنت کی یہ شرط بیان کی گئی ہے: إِن هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِي اَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا.

جبکہ بخاری میں یہ بیان کی گئی ہے: جَاهَدَ فِي سَبِيلِ

اللّٰہِ اَوْ جَلَسَ فِی اَرْضِہِ الَّتِی وُلِدَ فِیھَا.

اگران دونوں روایتوں کا مطلب یہ لیا جائے تو ہر شخص کے لیے قابل عمل ہو جائے گا کہ: جنت اور مغفرت کے لیے خواہشات نفس اور لذات دنیا سے ہجرت کرے اور ہر آن اپنے نفس کو ریاضت و مجاہدہ میں لگائے رکھے یا پھر ابتدا ہی سے معصیت و گناہ چھوڑ کر اور اطاعت الٰہی کر کے اس فطرت پر باقی رہے جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔

قرب کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو لوگ دنیا اور لذات دنیا کو ترک کر کے ہر وقت اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہتے ہیں جن کا دل یاد الٰہی سے کبھی غافل نہیں ہوتا ہے۔ ان کا ہر کام اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جب ان کا پورا وجود تجلیات الٰہی کا مظہر بن جاتا ہے تو ان کی صحبت میں اللہ یاد آتا ہے بلکہ انھیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔

ان ہی بزرگوں کی شان بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ: یوں ہی یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اللہ کے بندے جو ظلمات نفس و کدورات شہوت سے یک لخت بری و منزہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو گئے کہ:

لَایَقُوْلُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَایَسْمَعُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ بَلْ لَایَعْلَمُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ بَلْ لَیْسَ ھُنَاکَ اِلَّا اللّٰہُ.

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں سنتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کچھ نہیں جانتے بلکہ وہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی جلوہ گر ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۸۰)

ان عارفین باللہ میں سے بعض جنت (معرفت) کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ عارفین باللہ کی اصطلاح میں اس مقام کو قطبیت، غوثیت، فردیت اور محبوبیت کہا جاتا ہے۔

ایسی پاکیزہ ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ فیض پاتی ہیں۔

امتیوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے فردوس جنت میں سب سے اعلیٰ مقام ہے اور اس سے بھی اعلیٰ درجہ وسیلہ کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنۃ (فی روایۃ احمد) اَعْلٰی دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِی اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَاَرْجُوْاَنْ اَکُونَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیلَۃَ حَلَّتْ لَہُ الشَّفَاعَۃُ. (مسلم، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: اللہ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو کیونکہ یہ جنت میں ایک مقام ہے جو سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ مقام اللہ کے بندوں میں کسی ایک کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ جس نے میرے لیے وسیلہ طلب کیا اس پر میری شفاعت واجب ہوگی۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقام فردوس مقام وسیلہ سے ٹھیک نیچے ہے، یعنی جو لوگ مقام محبوبیت پر فائز ہوتے ہیں وہ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پاتے ہیں۔ جب بندہ اس مقام پہ ہوتا ہے تو وہ کسی بھی عالم یا مذہب کی پیروی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المیزان الکبریٰ'' میں لکھا ہے: فَاِنْ قُلْتَ فَاِذَا مَنْ اَشْرَفَ عَلٰی عَیْنِ الشَّرِیْعَۃِ الْاُوْلٰی یُشَارِکُ الْمُجْتَھِدِیْنَ فِی الْاِغْتِرَافِ مِنْ عَیْنِ الشَّرِیْعَۃِ وَیَنْفَکُّ عَنْہُ التَّقْلِیْدُ. فَالْجَوَابُ: نَعَم وَھُوَ کَذٰلِکَ. (ص:۲۸)

ترجمہ: سوال: کیا کسی کی رسائی اگر شریعت کبریٰ کے چشمے تک ہو جائے تو اس چشمۂ صافی سے فیض یاب ہونے

میں مجتہدین کے برابر ہوگا اور وہ تقلید سے آزاد ہو جائے گا؟

جواب: ہاں! ایسا ہی ہے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں: ثُمَّ اِنْ نُقِلَ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الْاَوْلِيَاءِ اَنَّهٗ كَانَ شَافِعِيًّا اَوْ حَنفِيًّا مَثَلاً فَذٰلِکَ قَبْلَ اَن يَّصِلَ اِلٰى مَقَامِ الْكَمَالِ. اگر کسی ولی کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ شافعی تھے یا حنفی تھے تو یہ ان کے مقام کمال تک پہنچنے سے پہلے کی بات ہے۔ (ص:۲۹)

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

مِثْلُ هٰذَا لَا يُوْمَرُ بِالتَّعَبُّدِ بِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ لِشُهُوْدِهٖ تُسَاوِي الْمَذَاهِبَ فِي الْاَخْذِ مِنْ عَيْنِ الشَّرِيْعَةِ. ان جیسے بزرگوں کو کسی خاص مذہب کی تقلید کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ عین شریعت سے فیض حاصل کرنے میں مجتہد فی المذہب کے مساوی ہیں۔ (ص:۱۶)

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ''فتاوی رضویہ'' میں اس بات کی تائید وتوثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

کیونکہ ہم آپ (ابوطالب مکی) قدس سرہٗ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہلِ معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (جلد:۵، ص:۴۸۶)

اس اعلیٰ منصب پر فائز شخص سے پوری انسانیت فیض پاتی ہے، بلکہ وہ اپنے عہد کے اولیا پر فائق ہوتا ہے اور اولیا اس کے زیر قدم ہوتے ہیں۔ ہر حال میں وہ لوگوں کی دستگیری باذن اللہ کرتا ہے، اس مرد کامل کو ''غوث زماں'' بھی کہتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ. جنت یعنی عرفان حق اور معرفت باری تعالیٰ کی تمام نہریں اس صاحب کمال کے یہاں سے جاری ہوتی ہیں، وہ اپنے مریدین اور فریاد کرنے والوں کی دستگیری کرتا ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔''

''اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا۔''

''اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا پردہ کھلے میں ڈھانک دوں گا۔'' (فتاوی رضویہ، ۲۱/۴۶۷)

داعی اسلام شیخ ابوسعید ادام ظلہ علینا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''مقام غوثیت پر پہنچنے کے بعد تمام اولیائے کرام قدست اسرارہم کا ایسا ہی حال ہوتا ہے۔''

اہل حق قیامت تک رہیں گے

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے اولیا آج بھی موجود ہیں جو مشرق ومغرب پر بیک وقت نظر رکھتے ہیں۔

ہاں! ایسے اولیا آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ موجود رہیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهٗ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهٗ. میری امت کی مثال بارش کے قطرے کی طرح ہے، نہیں معلوم کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔ (ترمذی، ابواب الامثال)

اس سے معلوم ہوا کہ اس امت کے اولین ہوں یا آخرین،

ہر زمانے میں ایسے افراد ہوں گے جو مخلوق کو فائدہ پہنچائیں گے کیونکہ اس کی مثال بارش سے دی گئی ہے اور بارش کا ہر قطرہ قیمتی ہوتا ہے چاہے اس کا اول ہو کہ آخر۔ رہا زمان ومکان کی فضیلت تو یہ جزوی واکثری ہے۔ اصل فضیلت مقام محبوبیت پر فائز ہونے اور احکام الٰہی کی پیروی کرنے میں ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ. علم (دین یا ایمان) اگر ثریا پر بھی ہو تو فارس کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس کو پالیں گے۔ (مسند احمد، ابو ہریرہ)

بعض روایت میں العلم کی جگہ الدین یا الایمان اور فارس کی جگہ عجم کا لفظ آیا ہے اور بعض دوسری روایت میں ناس کے بدلے رجل، رجال یا قوم منقول ہے، ان روایتوں کو جمع کرکے یہ معنی لینا زیادہ مناسب ہے کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی عجمی شخص ایسا ہوگا جو علم دین یا ایمان ثریا سے توڑ لائے گا۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ. میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پہ قائم رہے گی ان سے بغض وحسد رکھنے والے انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (موت یا قیامت) آجائے لیکن وہ اپنے حال پر قائم رہیں گے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ)

اہل حق کی پہچان

یہاں پر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے اگر ایسے افراد آج بھی موجود ہیں تو ان کی پہچان کیا ہوگی؟

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ولایت امر الٰہی ہے جس کا جاننا آسان نہیں۔ ہاں! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بندوں کی کچھ علامتیں بتائی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سِيرُوا هَذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: الذَّاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ. (مسلم، کتاب الذکر، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ)

ترجمہ: تیز چلو یہ جمدان پہاڑی ہے (یعنی دنیا ہے جو ریاضت ومجاہدہ کی جگہ ہے) کیونکہ کچھ لوگ سبقت کر گئے اور فرید عصر بن گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد وعورت۔

آج چند لوگوں کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ عارفین باللہ عنقا ہو گئے ہیں، علم الٰہی اور معرفت خداوندی زمین سے اٹھ چکی ہے اور ثریا پر جا پہنچی ہے۔

حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ کی یہ سنت آج بھی پہلے کی طرح جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اپنے محبوب بندے کو ہمارے درمیان بھیجتا ہے جو علم الٰہی اور معرفت الٰہی کی کرنیں بکھیرتے ہیں اور اس کے فیوض وبرکات سے دنیا کے لوگ شرف یاب ہوتے ہیں بلکہ کثیر تعداد میں سالکان، راہ طریقت طے کرتے اور معرفت الٰہی کا جام نوش کرتے ہیں۔

اس لیے ہمیں بھی ہر دم اور ہر لمحہ اللہ کے ان محبوب بندوں کی تلاش میں رہنا چاہیے:

مگو ارباب دل رفتند و شہر عشق خالی شد
جہاں پر شمس تبریز است مردے کو چو مولانا

☆☆☆

امام الدین سعیدی

سلطان المشائخ کا عہد زریں

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ .(انبیا:۱۰۵)

ترجمہ: بے شک زمین میں میرے نیک بندے حکومت کرتے ہیں۔

اس روئے زمین پر حکومت صرف اللہ کی ہے۔سب کچھ اسی کی مرضی سے ہوتا ہے۔سارے اختیارات اسی کے ہیں مگر اس دنیا میں کچھ ایسے مخصوص بندے بھی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنایا ہے اور اپنے فضل سے لوگوں کے قلوب پر حکومت کرنے کی قدرت بھی عطا کردی ہے، ان میں سے ایک سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی ذات بھی ہے جو اس شان کے مالک تھے۔

آپ نے غیاث پور دہلی (بستی نظام الدین) میں قیام کیا اور اپنے ایمان کی قوت سے ایسا انقلاب برپا کیا کہ عوام تو عوام شاہان وقت بھی آپ کی گدائی اور غلامی کرنے کے لیے بیتاب نظر آنے لگے اور اسلام کو ایک وقار اور بلندی عطا کرنے کے ساتھ غافل دلوں میں ذکر کی ایسی تڑپ اور لذت پیدا کی کہ وہ سب یاد مولیٰ میں غرق ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان کے لیے اللہ کے ذکر سے خالی رہنا شاق اور دشوار گزرنے لگا۔

بقول ڈاکٹر اقبال:ؔ

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا

برصغیر ہندو پاک کے تناظر میں خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے عہد مبارک کو اگر اسلام کا عہد زریں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ آپ کی تبلیغی اور دعوتی کوششوں نے اپنے گردو پیش کے ماحول کو حیرت انگیز طور پر ایمانی رنگ میں رنگ دیا تھا۔مستند اور مقبول تاریخی کتابوں سے جو حالات ملتے ہیں وہ اس بات کی مکمل تصدیق کرتے ہیں کہ سلطان المشائخ قدس سرہٗ نے اللہ کی عبادت سے نا آشنا لوگوں کو عبادت کی لذت عطا کر کے اللہ سے قریب تر کر دیا تھا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ:

ایک ایسے زمانے میں جب مسلمانوں کی حکومت اپنے عروج پر تھی اور غفلت، خدا فراموشی اور نفس پرستی کے اسباب ومحرکات پورے شباب پر تھے، ایک ایسی نئی دینی اور روحانی لہر پیدا ہوئی جس کو ہر محسوس کرنے والے نے محسوس کیا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت:۱۳۵)

آپ نے توبہ اور اللہ کی طرف رجوع کے لیے جو حکمت عملی اور طریقہ اختیار فرمایا تھا وہ نہ صرف انوکھا تھا بلکہ ہر خاص وعام کو اللہ سے جوڑنے والا بھی تھا۔آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر شخص کو اپنی بیعت میں قبول کر لیتے تھے، اس کا عمومی اثر عام انسانوں کی زندگی پر یہ ہوا کہ اس بیعت وتعلق سے مسلمانوں کا ہر طبقہ مستفیض ہوا۔

عام انسانی زندگی اور معاشرہ، لوگوں کے اخلاق وعادات، اہل حکومت سے لے کر عوام تک ہر ایک کے اندر واضح اور نمایاں تبدیلی آئی، لوگوں کے درمیان اللہ طلبی، توبہ وصفائی، صدق

گوئی اور امانت داری کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مشہور ہندوستانی مورخ ضیاءالدین برنی لکھتے ہیں کہ:

سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں سجادۂ تصوف شیخ الاسلام نظام الدین، شیخ الاسلام علاء الدین اور شیخ الاسلام رکن الدین قدست اسرارہم سے آراستہ تھا۔ ایک دنیا ان نفوس قدسیہ سے روشن ہوئی اور ایک عالم نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا، گنہ گاروں نے توبہ کی، ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھالیا اور ہمیشہ کے لیے پابند نماز ہو گئے اور باطنی طور پر دینی وظائف کی طرف رغبت ظاہر کی، ان مشائخ کے اخلاق حمیدہ سے اور ترک و تجرید کے معاملات دیکھنے سے دنیا کی حرص و محبت دلوں میں کم ہوگئی اور ان کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہوگئی۔

اسی زمانے میں خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ گنہ گاروں کو خرقہ پہناتے، ان سے توبہ کراتے اور اپنی مریدی میں قبول کرتے۔ خاص و عام، امیر و غریب، بادشاہ و فقیر، عالم و جاہل، شریف و رذیل، شہری و دیہاتی سب کو توبہ کراتے اور پاکی کی تعلیم دیتے تھے، اگر شیخ کے کسی مرید سے کوئی لغزش ہو جاتی تو پھر نئے سرے سے بیعت کرتے تھے اور توبہ کا خرقہ عطا کرتے تھے۔

آپ کی وجہ سے مرد و عورت، بوڑھے جوان، بازاری، عامی، غلام اور نوکر سب کے سب نماز ادا کرنے لگے تھے اور زیادہ تر مریدین نماز چاشت و اشراق کے پابند بھی ہو گئے تھے، نیک کام کرنے والوں نے شہر سے غیاث پور تک تفریحی جگہوں پر صفّے (چبوترے) قائم کر دیے تھے، چھپر ڈال دیے تھے، کنویں کھدوا دیئے تھے، پانی کے گھڑے اور وضو کے لیے لوٹے رکھوا دیے تھے، چٹائیاں بچھوا دی تھیں، ہر صفّے (چبوترے) اور ہر چھپر میں ایک چوکیدار اور ایک ملازم مقرر کر دیا تھا، تاکہ مرید اور توبہ کرنے والوں کو شیخ کے آستانے تک آنے جانے میں اور نماز کے وقت وضو کرنے میں کوئی دقت اور تردد نہ ہو، چبوترہ اور چھپر میں نفل نماز پڑھنے والوں کا ہجوم دیکھا جاتا تھا اور لوگوں کے درمیان گناہ کم ہو گیا تھا۔ بلکہ اکثر لوگوں کو نماز چاشت، اشراق، اوّابین، تہجد کی رکعتیں اور ان کے طریقے بھی یاد تھے کہ ان نمازوں میں ہر وقت کتنی رکعتیں ادا کرتے ہیں اور ہر رکعت میں کلام پاک کی کون سی سورت اور کون سی آیت پڑھتے ہیں... اس زمانے میں اکثر لوگوں کے درمیان حفظ قرآن کا ذوق بھی پیدا ہو گیا تھا۔

مشائخ کے اوصاف حمیدہ اور ان کے احوال بیان کرنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ دنیا اور دنیا داروں کا ذکر ان کی زبان پر نہیں آتا تھا، کسی دنیا دار کے گھر کی طرف اپنا رخ نہیں کرتے تھے، کثرت نوافل کی اس قدر پابندی تھی کہ بادشاہ کے محل میں بہت سے امرا، لشکری اور سپاہی جو شیخ کے مرید تھے چاشت و اشراق کی نماز ادا کرتے اور ایام بیض کے روزے رکھتے، سلطان علاء الدین اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ شیخ کا معتقد اور مخلص ہو گیا تھا۔ خواص و عوام کے دلوں نے نیکی اختیار کر لی تھی، عہد علائی کے آخری چند برسوں میں شراب، معشوق، فسق و فجور، جوا، فحاشی وغیرہ کا نام بھی عام انسانوں کی زبان پر نہیں آتا تھا، کبیرہ گناہوں کو لوگ کفر کے مشابہ تصور کرنے لگے تھے، مسلمان ایک دوسرے کی شرم کی وجہ سے سود خوری اور ذخیرہ اندوزی کا کھلم کھلا مرتکب نہیں ہوتے تھے،

بازار سے جھوٹ بولنے اور کم تولنے کا رواج اٹھ گیا تھا، اکثر طالب علموں اور بڑے بڑے لوگوں کی رغبت جو شیخ کی خدمت میں رہتے تھے تصوف اور احکام طریقت کی کتابوں کی طرف ہوگئی تھی۔ قوت القلوب، احیاء العلوم، عوارف المعارف، کشف المحجوب، شرح تعرف، رسالہ قشیریہ وغیرہ کے بہت سے خریدار پیدا ہوگئے تھے۔ زیادہ تر لوگ کتب فروشوں سے سلوک و حقائق کی کتابوں کے بارے میں دریافت کرتے تھے، کوئی پگڑی ایسی نہ تھی جس میں مسواک اور کنگھی لٹکی نظر نہ آتی تھی۔

غرض یہ کہ اللہ تعالی نے محبوب الٰہی شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کو پچھلی صدیوں کے شیخ جنید اور شیخ بایزید قدست اسرارہما کے مثل پیدا کیا تھا۔

(تلخیص از تاریخ فیروز شاہی، ص:۳۴۱ تا ۳۴۶)

توبہ اور تجدید ایمان کے اس عام ذوق و رجحان کے علاوہ جس سے دہلی کا کوچہ کوچہ متأثر ہو رہا تھا اور اس کی لہریں ایوان شاہی تک پہنچ چکی تھیں ایک اور انقلاب تھا وہ یہ کہ فخر و غرور اور قلبی آوارگی کی اس دنیا میں جہاں مادیت پرستی اور عیش کوشی کے سوا عرصے سے کوئی صدا بلند نہ ہوئی تھی، محبت الٰہی کی ہوا چلنے لگی اور عشق مولیٰ کا سودا عام ہو گیا۔ ہر جگہ درد و محبت کا تذکرہ، سوز و گریہ، حقیقت و معرفت کی باتیں اور عارفانہ اشعار کی گونج تھی۔

حضرت امیر خورد علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

محبت و عشق کے کاروبار کے زمانے میں ایک بازار لگ گیا، لوگوں کو سماع کی حکایات سننے، اخلاص و نیاز مندی، شفقت و نرمی، دلجوئی، اور اہل دل کے قدموں پر سر رکھ دینے کے علاوہ کسی اور بات سے راحت نہیں حاصل ہوتی تھی۔ (سیر الاولیا، ص:۵۱۰)

حاصل کلام یہ کہ خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں محبوبیت کا وہ مقام پایا تھا کہ جو بھی آپ کی مقدس وادی سے گذرتا وہ آپ کی جانب کھنچا چلا آتا اور ایمان و یقین، عمل و اخلاص، عشق و عرفان کی بے بہا دولت پاتا، فردانیت و غوثیت کا وہ اعزاز حاصل تھا کہ بڑے بڑے بلند رتبہ مشائخ بھی آپ کے قدم ناز پر سر جھکانے میں فخر محسوس کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنے خالق کی بے لوث اطاعت و بندگی اور مخلوق کے لیے جذبۂ دردمندی نے انھیں اقلیم دل کا حکمراں بنا دیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ کے مرشد شیخ کبیر خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کی خاص توجہ اور ان کا فیضان بھی تھا۔ ایک بار انھوں نے آپ کے لیے یہ دعا فرمائی تھی کہ: تم ایسا درخت بنو گے جس کے سایے میں مخلوق کی ایک بڑی تعداد آسائش و راحت سے رہے گی۔ (سیر الاولیا)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ: اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ تقریباً پچاس برسوں تک انسانوں کی ایک بڑی جماعت اور تعداد خواجہ نظام الدین اولیا کی خانقاہ میں راحت و سکون حاصل کرتی رہی، جیسے: کوئی تھکا ہارا مسافر، سورج کی گرمی اور تپش سے خستہ جان و بے حال، ٹھنڈے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر آرام اور اطمینان کی سانس لیتا ہے۔ (تاریخ مشائخ چشت، ص:۱۷۳)

غرض کہ محبوب الٰہی قدس سرہٗ کا روحانی فیضان ہر شخص کے لیے ظاہری اور باطنی صفائی کا بہترین ذریعہ بنا ہوا تھا۔

☆☆☆

افتخار عالم سعیدی

خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ

ولادت باسعادت: سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ ۲۴؍صفر ۶۳۶ ہجری مطابق ۴؍اکتوبر ۱۲۳۸ عیسوی جمعرات کے دن بدایوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباو اجداد بخارا کے رہنے والے تھے جو ہجرت کر کے (چنگیز خاں کے حملے کے عہد) میں لاہور آئے تھے اور پھر کچھ دنوں کے بعد وہاں سے بدایوں (جو اس وقت اہل اللہ کا شہر کہلاتا تھا) تشریف لے گئے۔

تعلیم وتربیت: محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ جب تھوڑے بڑے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے بدایواں کے ایک مکتب میں داخلہ کروادیا جہاں آپ نے بہت جلد قرآن پاک کی تکمیل فرمائی اور اس کے بعد دوسری کتابیں پڑھنے میں مصروف ہوگئے۔

بدایوں میں ممکنہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے سولہ سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے اور مسلسل تین سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے اساتذہ میں شمس الدین خوارزمی، برہان الدین محمود، ابوالخیر اسعد بخاری بلخی، تبریزیا ور محمد بن احمد بن المار یکلی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

طالب علمی کے زمانے ہی میں آپ اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہارے درمیان زیادہ دنوں تک نہیں رہ پاؤں گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بچپن سے ہی مخلوق سے الگ رہنا اور محبت الٰہی میں مستغرق رہنا پسند تھا۔

چونکہ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے علاوہ آپ کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ کا دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا اس لیے ان دونوں کو آپ اپنے ہی ساتھ دہلی میں رکھتے تھے۔ یوں تو خواجہ نظام الدین اولیا دہلی کے مختلف مقامات پر رہے۔ لیکن بعد میں غیاث پور دہلی (بستی نظام الدین) کو منتخب کیا اور آخر عمر تک یہیں پر رہے۔ جس وقت آپ نے غیاث پور کو شرف سکونت بخشا اس وقت وہاں پر آبادی بالکل نہ تھی لیکن جیسے جیسے آپ کی خوش خلقی اور محبوبیت کا شہرہ قرب وجوار میں ہوتا گیا ویسے ویسے لوگ غیاث پور کی طرف رخ کرنے لگے بلکہ امرا و سلاطین نے بھی اس علاقے کا رخ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے غیاث پور میں ایک بہترین آبادی قائم ہوگئی۔

بیعت وخلافت: محبوب الٰہی قدس سرہٗ دور طالب علمی ہی سے شیخ الشیوخ خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ ایک دن ابوبکر خراطہ اور ابوبکر قوال نے شیخ الشیوخ کا تذکرہ کیا اور ان کے محاسن ومحامد بیان کیے جسے سن کر حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے دل میں ایک خاص قسم کی کیفیت پیدا ہوئی اور گرویدگی اس قدر بڑھی کہ اپنے آپ کو نہ روک سکے اور ان سے ملاقات کے لیے پاکپٹن تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور اپنے دل کے حالات وکیفیات کو شیخ الشیوخ سے بتانا چاہا لیکن (رعب وجلال کی بنا پر) چاہ کر بھی نہ بتا سکے۔ ادھر شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ نے آپ کے دل کے حالات وکیفیات کو جان لیا اور فرمایا: لِكُلِّ دَاخِلٍ دَهْشَةٌ. یعنی ہر آنے والے پر ایک رعب وجلال غالب رہتا ہے۔

اسی دن شیخ نے بیعت سے مشرف کیا۔ رات میں سونے کے لیے شیخ کے حکم پر آپ کو چارپائی دی گئی۔ لیکن آپ اس پر ادباً

اوراحتراماً نہیں سوئے، کیونکہ شیخ کے دوسرے مریدین زمین پر سورہے تھے۔ادھر شیخ کا حکم بھی سامنے تھا جس پر عمل ضروری تھا، اس لیے آپ نے چارپائی الٹ دی اور اس پر لیٹ گئے۔اس طرح شیخ کے حکم پر بھی عمل ہوگیا اور ادب بھی ملحوظ رہ گیا۔

پھر ایک دن خواجہ نظام الدین اولیا کے زہد وتقویٰ کو دیکھ کر شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ نے خلافت واجازت سے نوازا اور آپ کے حق میں یہ دعا بھی فرمائی:

اللہ تعالیٰ تم کو نیک بنائے اور تم کو نفع دینے والا علم اور عمل مقبول سے سرفراز فرمائے۔تم ایسے درخت ہوگے جس کے سائے میں اللہ کی مخلوق آرام پائے گی۔تمھیں مجاہدہ کرنا چاہیے تاکہ تم میں صلاحیت پیدا ہو۔

شیخ کی جانب سے آپ کو جو خلافت نامہ عطا کیا گیا اس کا ایک اقتباس قارئین کی نذر ہے،فرماتے ہیں کہ:

میں اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ نظام الملک والدین تمام باتوں کی روایت کریں جو انھوں نے مجھ سے استفادہ کیا ہے، نیز اس کی اجازت دیتا ہوں کہ اس مسجد میں خلوت اختیار کریں جس مسجد میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اور خلوت کی شرائط میں کمی بیشی نہ کریں۔ان شرائط کے حصول میں ترقی ہے اور اس خلوت کے ترک کرنے سے فوراً بدی کی طرف قدم اٹھتا ہے۔وہ شرائط یہ ہیں کہ مقاصد کو تباہی سے بچائیں اور جو چیز مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے اس سے اعراض کریں۔

اور خلوت کی شرح یہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے اور اپنے آپ کو اصحاب قبر میں شمار کر۔پس شرائط ادا کرنے سے خلوت صحیح ہوتی ہے اور خلوت نشین کے قصد سے تمام ہمتیں جمع ہوکر ایک بنتی ہے،اس لیے ایسا شخص خلوت میں داخل ہو جو اپنے نفس کو توڑے اور مخلوق کو موجود نہ جانے ،دنیا،اس کی لالچ اور خواہش کو ترک کردے۔ ...اپنے آپ کو چھوٹی چھوٹی عبادتوں میں مصروف رکھے، اگر تھکان غلبہ کرے تو تھوڑی دیر سوکر نفس کو راحت پہنچائے۔صاحب خلوت کو بے کار چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (سیر الاولیاء)

محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے شیخ وصال نے سے پہلے اپنا کپڑا، مصلیٰ اور عصا دیتے ہوئے یہ وصیت کی تھی کہ یہ تمام چیزیں نظام الدین کو دے دینا۔آپ جب شیخ فریدالدین قدس سرہٗ کے وصال کی خبر سن کر پاکپٹن تشریف لے گئے اور شیخ کے روضے کی زیارت سے فارغ ہوئے تو شیخ بدرالدین اسحاق نے آپ کی خدمت میں وہ کپڑا، مصلیٰ اور عصا پیش کیا۔

استقامت، مجاہدہ اور عبادت: ایک مرتبہ شیخ الشیوخ قدس سرہ اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے کچھ اشعار گنگنا رہے تھے اور بار بار سجدہ ریز بھی ہو رہے تھے کہ اسی درمیان محبوب الٰہی قدس سرہٗ کمرے میں داخل ہوئے اور قدم بوسی کی، شیخ نے فرمایا:

نظام! جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو، چنانچہ آپ نے استقامت کی خواہش ظاہر کی۔

ایک دن شیخ نے فرمایا: اے نظام! میں تمھیں ایک راز بتاتا ہوں، روزہ رکھنا آدھا دین ہے اور دوسرے اعمال جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ آدھا دین ہے۔چنانچہ محبوب الٰہی نے اپنے شیخ کے اس فرمان پر عمل کرنے کا عزم کرلیا اور جب پاکپٹن سے دہلی واپس ہوئے تو صوم دہر رکھنا شروع کردیا۔

آپ شروع سے ہی ریاضت ومجاہدہ کرتے رہتے تھے، لیکن شیخ سے ملاقات کے بعد اور زیادہ مجاہدہ کرنے لگے۔اس کا طریقہ یہ تھا کہ آپ بہت ہی کم کھانا تناول فرماتے اور کبھی تو ایسا ہوتا کہ دو دو تین تین دنوں تک فاقے سے گزر جاتا۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کی خدمت کرنے والے اور کچھ دیگر ساتھی بھوک کی شدت سے بے حال و پریشان تھے اسی وقت سلطان جلال الدین خلجی نے آپ کو ایک گاؤں جا گیر میں دینے کی خواہش ظاہر کی اور قبول کرنے کی التجا بھی کی، تا کہ آپ کا فاقہ دور ہو جائے لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔

جوانی میں مسلسل تیس سال تک سخت مجاہدے کی حالت میں رہے اور دوسرے تیس برسوں میں اس سے بھی زیادہ سخت مجاہدے سے گزرے، اس کے باوجود کہ آپ کے پاس طرح طرح کی دنیاوی غذا اور عیش و آرام کی تمام چیزیں میسر تھیں، مگر آپ نے بالکلیہ اس کی طرف توجہ نہ فرمایا۔ ضعیفی کے عالم میں بھی مسلسل روزے رکھتے، دسترخوان پر بیٹھ کر دوسروں کو کھلانے اور خود بھوکا رہنے میں خوشی محسوس کرتے۔

مغرب اور عشا کے درمیان مجلس لگتی اس وقت بھی کئی قسم کے میوے لائے جاتے، وہاں پر موجود لوگوں کو کھلاتے لیکن خود نہیں کھاتے۔ عشا کے بعد آپ مخصوص وظائف میں مشغول ہو جاتے، اس وقت کسی کو جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی مگر امیر خسرو جاتے اور خدمت میں مصروف ہو جاتے، ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی قدم بوسی کے لیے آجاتے۔ پھر جب تمام لوگ واپس چلے جاتے تو آپ کا خاص خادم اقبال وضو کے لیے پانی رکھ جاتا، آپ اپنا کمرہ بند کرتے اور کنڈی لگا لیتے اور پوری رات عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔

سحری کے وقت پھر آپ کا ایک خاص خادم خواجہ عبدالرحیم کئی طرح کا کھانا لے کر حاضر ہوتا، اس میں سے بہت تھوڑا تناول کرتے اور فرماتے: باقی چھوٹوں کے لیے محفوظ رکھ دو۔

آپ زیادہ تر سحری تناول نہیں فرماتے۔ خادم کہتا کہ سرکار! افطار پانی سے کرتے ہیں، اگر سحری میں بھی کچھ نہیں کھائیں گے تو نقاہت اور کمزوری زیادہ بڑھ جائے گی۔ یہ سن کر آپ رونے لگتے اور فرماتے: کتنے مسکین و فقیر مسجدوں اور دکانوں کے باہر بھوکے سوتے ہوں گے، پھر یہ کھانا میں کیسے کھاؤں؟

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک کتاب دی گئی ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ: دلوں کو راحت پہنچاؤ کیونکہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے اسرار کی جگہ ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن سب سے زیادہ دلوں کو راحت پہنچانے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

حضرت محبوب الٰہی ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ کسی کو ان کے ذکر و فکر اور ریاضت و مجاہدہ کا علم نہ ہونے پائے، بلکہ آپ تمام لوگوں سے الگ رہ کر خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت میں مصروف رہنا پسند کرتے تھے۔ حالانکہ دوستوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے بھی تھے لیکن اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور برابر اس فکر میں رہتے کہ وہ وقت کب آئے گا جب میں اکیلے اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مصروف رہوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر اپنے دوست واحباب سے یہ فرماتے تھے کہ:

میں تمہارے درمیان چند دنوں کا مہمان ہوں۔

ایک زمانہ ایسا بھی رہا کہ محبوب الٰہی قدس سرہٗ کا دل کسی چیز میں نہیں لگتا تھا اور ہمیشہ اس فکر میں رہتے کہ کسی مردان غیب سے ملاقات ہو جائے۔ اسی دوران ایک دبلا پتلا نوجوان آیا اور کہا کہ: اول تو مشہور نہیں ہونا چاہیے، لیکن اگر کوئی مشہور ہو بھی جاتا ہے تو اسے ایسا مشہور ہونا چاہیے کہ کل قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔ یہ بھی کوئی قوت و حوصلے کی بات ہے کہ مخلوق سے الگ ہو کر صرف ذکر میں مشغول رہو، بلکہ جواں مردی اور حوصلہ مندی تو یہ ہے کہ مخلوق

کے ساتھ رہ کر بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو۔

عاجزی وانکساری: محبوب الٰہی جب کسی سے ملتے تو ہمیشہ عاجزی وانکساری سے ملتے۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کرنا کبھی نہ بھولتے تھے۔ آپ نے شیخ رکن الدین ملتانی (زکریا ملتانی کے پوتے) سے متعدد بار ملاقات کی اور ہر مرتبہ نہایت ادب واحترام کے ساتھ ملاقات کی۔ شیخ رکن الدین بھی آپ کی تعظیم وادب بجالاتے۔

ایک مرتبہ مسجد ہی میں شیخ رکن الدین قدس سرہٗ سے ملاقات ہوگئی۔ وہ اس طرح کہ وہ مسجد میں ایک طرف نماز پڑھ رہے تھے اور آپ دوسری طرف۔ جب آپ کو لوگوں نے ان کے آنے کی خبر دی تو آپ ان کے پیچھے جا کر بیٹھ گئے اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس جگہ پر لے گئے جہاں پر آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر جب پالکی میں سوار ہونے کی باری آئی تو شیخ رکن الدین قدس سرہ نے آپ سے ادباً پہلے بیٹھنے کو کہا لیکن آپ نے معذرت کر لی اور انھیں پہلے بیٹھنے کے لیے اصرار کیا۔ آخر کار اصرار کا لحاظ رکھتے ہوئے شیخ رکن الدین ملتانی پالکی پر پہلے سوار ہوئے پھر محبوب الٰہی۔

خدمات وکارنامہ: محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی پوری زندگی خدمت خلق میں گزری۔ دن لوگوں کی خدمت کے لیے خاص تھا اور شب اللہ کی عبادت کے لیے، چنانچہ صبح سے ہی آپ کے یہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد اکٹھی ہو جاتی اور آپ کی صحبت سے استفادہ کرتی۔ جس وقت آپ مجلس میں گفتگو فرما رہے ہوتے، اس وقت آپ پر یاد الٰہی کا غلبہ زیادہ رہتا، ایسا معلوم ہوتا گویا آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔

آپ کی مجلس میں علما ومشائخ، امیر وغریب اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے لوگ حاضر ہوتے تھے اور آپ ہر ایک کے ساتھ ان کے مرتبے اور ان کے علم وفن کے اعتبار سے گفتگو فرماتے۔ یہی سبب ہے کہ ہر آدمی آپ کی گفتگو سے محظوظ ہوتا تھا۔ آپ کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کے پاس جو کوئی بھی آتا اسے ضرور کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔

یوں آپ کے دربار گہر بار سے لوگ ظاہری نعمت بھی پاتے تھے اور باطنی انوار وتجلیات سے بھی شرفیاب ہوتے تھے۔

جب آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو امراو سلاطین بکثرت تحفے تحائف لے کر حاضر بارگاہ ہونے لگے جس کی وجہ سے خانقاہ میں ڈھیر سارا مال، غلہ، میوے اور کپڑے جمع ہوگئے تھے۔ چنانچہ مال وزر کی کثرت دیکھ کر آپ رونے لگتے اور جب تک سب کو غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم نہ فرما دیتے سکون سے نہیں بیٹھتے تھے۔

ایک مرتبہ جب شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ نے آپ سے فرمایا کہ: میں نے تمہارے لیے تھوڑی سی دنیا کی دعا کی ہے تو یہ سن کر آپ خوف الٰہی سے کانپ اٹھے اور رونے لگے، پھر عرض کیا کہ: کتنے ہی بزرگ دنیا کے سبب فتنے میں پڑ گئے۔ شیخ نے فرمایا: لیکن تم کسی فتنے میں مبتلا نہیں ہوگے، تب جا کر آپ مطمئن ہوئے۔

غرض کہ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی پوری زندگی وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى. (نازعات: ۴۰-۴۱) اور وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ. (محمد: ۳۸) کی مصداق تھی۔ آپ نے ۱۷؍ ربیع الثانی ۷۲۵ ہجری مطابق ۳؍ اپریل ۱۳۲۵ عیسوی میں وصال فرمایا۔

☆☆☆

محبوب الٰہی کی داعیانہ زندگی

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (آل عمران:۱۰۴)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو معروف (نیکی) کا حکم دے اور منکر (گناہ) سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتوں کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت وتبلیغ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ، وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ، وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ. (مدثر:۱تا۷)

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے! اٹھیں اور لوگوں کو ڈرائیں اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں اور اپنے کپڑے پاک رکھیں اور بتوں سے دور رہیے اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کریں اور اپنے رب کے لیے صبر کریں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں دعوت کا فریضہ خود بھی انجام دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دعوتی امور انجام دینے کے لیے بھیجتے رہے اور بعد میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے دعوت کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا جسے آج بھی وارثین انبیا اور عارفین باللہ قدست اسرارہم بیعت وخلافت کے ذریعے آگے بڑھا رہے ہیں اور یہ سلسلہ ایسے ہی قیامت تک جاری رہے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داعی کون ہوگا اور ایک داعی کے لیے کن کن صفات سے متصف ہونا ضروری ہے تو اس سلسلے میں قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک داعی کے لیے لازم وضروری ہے کہ:

۱۔ وہ عالم ربانی ہو، سیرت نبوی کا ہر پہلو اس کی نگاہوں کے سامنے ہو اور ساتھ ہی وہ یہ طے کرنے پر بھی قادر ہو کہ کب اسے خاموش تبلیغ کرنی ہے، کب اعلانیہ دعوت کا طریقہ اختیار کرنا ہے اور کب صلح ومصالحت سے کام لینا ہے۔

۲۔ اس کو اللہ کی جانب سے اجازت حاصل ہو یعنی اسے کسی اہل اللہ کی جانب سے اجازت وخلافت ملی ہوئی ہو، نیز اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل بھی ہو۔

۳۔ جب وہ دعوت کے لیے نکلے تو قوم میں انذار کرے یعنی اسے عذاب الٰہی سے ڈرائے اور یہ ڈر سنانا چاہے انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، گھر سے باہر ہو یا گھر کے اندر کسی متعین جگہ پر دعوتی مرکز قائم کرکے ہو یا لوگوں کے مابین جاکر، قوم کو ڈرانے کے ساتھ خوش خبری بھی سنانے والا ہو، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ڈر سنانے والے اور خوش خبری سنانے والے تھے۔

۴۔ وہ خود بھی اللہ کی بڑائی بیان کرنے اور اس کی حمد وثنا

بجا لانے والا ہو اور تائب کو بھی اللہ کی بڑائی اور اس کی حمد بجا لانے کی ترغیب وتلقین کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۶۔ وہ ہمیشہ اپنا محاسبہ کرنے والا ہو کہ کہیں اس کا ظاہر و باطن کسی نجاست سے آلودہ تو نہیں ہو گیا ہے، جیسے بد اخلاقی، حسد، کینہ، بغض، عداوت، تکبر وغیرہ۔

۷۔ وہ ہر طرح کی نفس پرستی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہو، خصوصاً مملکت واقتدار کی پرستش سے یقینی طور پر دور رہو۔

۸۔ وہ جب بھی کسی پر کوئی احسان کرے تو اس کی نیت یہ ہرگز نہ ہو کہ اس کا بدلہ ملے گا بلکہ جب بھی کوئی کام کرے تو وہ خالصتاً لوجہ اللہ ہو، اللہ کی رضا کے لیے ہو۔

۹۔ اگر دعوت وتبلیغ کے راستے میں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اپنے رب کی رضا کے لیے ہمیشہ اس پر صبر کرتا رہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعوت کی راہ میں تکلیفیں اور پریشانیاں آنی یقینی ہیں اس لیے ان سے محفوظ رہنے کے لیے صبر کو ڈھال بنائے ورنہ ہلاکت کا خوف واندیشہ ہے۔

اب مذکورہ بالا صفات کو سامنے رکھیں اور محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی داعیانہ زندگی کو دیکھیں تو آپ کی شخصیت ان صفات کا مرقع نظر آتی ہے، جیسے:

۱۔ محبوب الٰہی بھی عالم ربانی تھے اور نبی کریم کی سیرت پر عمل کرنے کے ساتھ دعوت میں حکمت عملی سے کام لینا بھی جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دعوت کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور بڑے پیمانے پر قوم کو دین کی رغبت دلائی۔

۲۔ محبوب الٰہی کو ۶۶۹ ہجری میں شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ سے خلافت ملی اور ۶۷۰ ہجری میں یا اس کے بعد شیخ کا مصلّیٰ، عصا، تسبیح، خرقہ اور نعلین شیخ بدرالدین اسحاق قدس سرہٗ کے ذریعے ملیں۔

اس کے بعد آپ نے دعوت وتبلیغ کا مرکز غیاث پور دہلی (بستی نظام الدین) کو بنایا مگر اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کی مرضی سے۔ ہوا یوں کہ آپ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ:

یا اللہ! میں اس شہر (دہلی) سے کہیں دور چلا جاؤں لیکن اپنی مرضی سے نہیں جانا چاہتا بلکہ تو جہاں چاہے گا وہیں جانا چاہتا ہوں، اسی وقت غیب سے یہ آواز آئی: 'غیاث پور'

اس گاؤں میں پہنچے اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اسی درمیان آپ کے پاس لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ لوگ آتے اور آپ کے معمولات واخلاق دیکھ کر کافی متأثر ہوتے، یہاں تک کہ آپ کی شہرت قرب وجوار میں پھیلتی چلی گئی۔ پھر جب سلطان معزالدین نے جمنا کنارے کیلوکری میں اپنا محل بنوایا اور اس کی وجہ سے وہاں پر عیاری، مکاری، فحاشی اور فسق و فجور کا بازار گرم ہوا تو محبوب الٰہی اس قدر سخت ذہنی اور روحانی کرب میں مبتلا ہوئے کہ 'غیاث پور' چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن ایک دن عصر کی نماز کے بعد بیٹھے تھے کہ ایک دبلا پتلا جوان آیا اور آتے ہی سلطان جی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

آن روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کانگشت نمائی عالمے خواہی شد
امروز کہ زلفت دل خلقے بر بود
در گوشہ نشستنند نمی دارد سود

ترجمہ: جس دن تم چاند بنے تھے تو کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک دن تمہاری طرف انگلیاں بھی اٹھیں گی؟ اب جب کہ

تمہاری زلفوں نے ایک عالم کو اسیر بنالیا ہے تو گوشے میں جا کر بیٹھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ (ایضاً،ص:۷۷)

گویا یہ اللہ کی جانب سے دعوت وتبلیغ کے لیے واضح حکم تھا۔اس کے بعد آپ نے دعوت وتبلیغ کے لیے اس وسیع وعریض عمارت کو منتخب کیا جسے ایک عقید تمند ضیاء الدین وکیل نے بنوایا تھااور یوں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے لگے۔

۳۔آپ کی دعوت کا طریقہ یہ تھا کہ آپ مجلسی گفتگو میں انذار وابشار فرماتے اور جو شخص بھی اللہ کے خوف یا شوق سے تائب ہوتا اور آپ سے بیعت کی درخواست کرتا تو آپ اسے بیعت کر لیتے ،اس طرح آپ نے کسی ریاضت ومجاہدہ کے بغیر سب کے لیے بیعت کا دروازہ کھول دیا۔

اس تعلق سے خود فرماتے ہیں: میرا تجربہ ہے کہ بیعت کرنے سے کچھ نہ کچھ اصلاح ضرور ہو جاتی ہے۔

آپ کی اس بیعت اور اس کے اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں کہ: گنہگار لوگ ان کے سامنے اپنے گناہوں کا اقبال کرتے اور ان سے توبہ کرتے اور وہ ان کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیتے۔خواص وعوام، مالدار ومفلس،امیر وفقیر، عالم وجاہل،شریف ورذیل،شہری ودہقانی، غازی ومجاہد، آزاد وغلام ان سب سے توبہ کراتے اور ان کو طاقیہ(ارادت کی ٹوپی)اور مسواک صفائی کے لیے دیتے۔یہ لوگ خود کو شیخ کے مریدوں میں شمار کرتے تھے اور ان کاموں سے پرہیز کرنے لگتے تھے جو کرنے کے لائق نہیں ہوتے، اگر شیخ کی خانقاہ میں حاضر ہونے والوں میں کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اس کو نئے سرے سے بیعت ہونا پڑتا ،یعنی شیخ اس سے گناہ کا اقرار اور توبہ کراتے اور شیخ سے دوبارہ تائب ومرید ہونے کی شرم لوگوں کو بہت سے گناہوں سے ظاہر اور مخفی (پوشیدہ) طور پر باز رکھتی۔(مقدمہ فواد الفواد،ص:۷۲)

۴۔بیعت کرنے کے بعد آپ مریدین کو اعمال صالحہ کا حکم فرماتے اور برے اعمال سے منع فرماتے۔آپ کے مریدین فرائض وواجبات کے علاوہ کثرت سے نفل نمازیں پڑھتے ، ایّام بیض کے روزے بھی رکھتے اور دینی فکر وماحول اس قدر خوش گوار ہو گیا تھا کہ آپ کے مریدین گناہ کبیرہ کو کفر کی منزل میں سمجھنے لگے تھے۔

۵۔جو لوگ تائب ہوتے انھیں آپ خوش خبری سناتے اور فرماتے کہ تائب متقی کے برابر ہے، کیونکہ متقی وہ ہوتا ہے جس نے ساری عمر کبھی شراب نہ پی ہو اور اس سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو اور تائب وہ ہوتا ہے جس نے گناہ کیا اور توبہ کر لی۔اس کے بعد فرماتے تائب اس حدیث کے مطابق برابر ہے کہ:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّ نبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ. (ابن ماجہ، ذکر التوبہ)

ترجمہ: گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

۶۔آپ ہمیشہ اپنا اور مریدین کا محاسبہ کرتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے مریدین کو دوبارہ نئے طور سے بیعت ہونا پڑتا تھا۔مال جمع کرنا آپ کو قطعی پسند نہ تھا۔یہاں تک کہ اپنے پاس ایک بھی تنکا بھی بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ایک بار آدھا درہم بچ گیا تھا، رات کو آپ پر حالت شغل میں ’’عروجی‘‘ کیفیت طاری ہوئی مگر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جب آپ اوپر اٹھتے ہیں تو کوئی دامن پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچ لیتا ہے۔

آپ نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اس آدھے درہم کا اثر ہے،فوراً اسے اپنے پاس سے دور کر دیا۔

۷۔محبوب الٰہی ہمیشہ خود کو مملکت واقتدار سے بہت دور رکھتے تھے یہاں تک کہ علاء الدین خلجی کے بیٹے خضر خاں اور شادی خاں کو آپ نے بڑی منت وسماجت کے بعد بیعت کیا۔ جب کہ آپ کی بیعت کا دروازہ سب کے لیے کھلا ہوا تھا۔

بیعت کرنے کے بعد بھی آپ نے کبھی سلطان سے ملاقات نہ کی۔اسی طرح بکثرت امراوسلاطین کی کوششوں کے بعد بھی آپ کبھی ان کے درباروں میں تشریف نہ لے گئے۔

۸۔آپ جب بھی کسی پر احسان کرتے تو بدلے کی خواہش بالکل نہ رہتی اور قدرت بھر ہر انسان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے۔

ایک مرتبہ ایک طالب علم آپ کی خانقاہ میں آیا لیکن رخصتی کے وقت پیسہ نہ ہونے کی بنیاد پر خانقاہ میں بندھا ہوا بیل ہی اس کے سپرد کروادیا۔ (فوادالفواد،ص:۷۸)

۹۔آپ صبر وشکر کا پیکر تھے۔جس کا اظہار بچپن ہی سے ہونے لگا تھا کہ: جب آپ پڑھ کر واپس آتے اور گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو والدہ ماجدہ کہتیں کہ:

''آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔''

یہ بات آپ کو بڑی اچھی اور بھلی لگتی ، چنانچہ جب مسلسل کھانے کو ملتا تھا تو یہ سوچتے کہ اب وہ دن کب آئے گا جب ہم پھر سے''اللہ کے مہمان'' ہوں گے۔

اس طرح کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ آجاتی اس پر خندہ دلی کے ساتھ صبر کرتے اور کسی سے اپنی پریشانی کا ذکر بھی کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔اس زمانے میں نہ جانے کتنے بادشاہ بدخواہ ہوئے اور کتنوں نے آپ کو پریشان کیا مگر آپ ہر ایک کا جواب صبر وشکر سے دیتے اور دعوت وتبلیغ کے سلسلے کو آگے بڑھانے میں مصروف رہتے۔

اس تعلق سے خود سلطان جی کا کہنا تھا کہ: اپنا حال کسی سے صراحت تو کیا اشارے میں بھی بیان نہیں کرنا چاہیے کہ یہ بھی 'درخواست' ہے،اسی طرح کسی کی چیز یا سامان کی اس کے سامنے تعریف کرنا نہیں چاہیے کہ یہ بھی 'خواہش' ہے اور اگر تعریف سن کر وہ شخص اپنی چیز بطور ہدیہ پیش کرے تو قبول نہیں کرنا چاہیے۔کسی ایسے شخص سے بھی اپنا حال بیان نہ کرے جس کے بارے میں یہ احتمال ہو کہ وہ امداد کے لیے کسی کو آمادہ کرے گا یا کہیں سفارش کرے گا، یہ بھی 'سعی' ہے۔

درویش کو لازم ہے کہ خطرات قلب کی نگہ داشت کرے،مثلاً: دل میں یہ خیال نہ گزرے کہ فلاں شخص آئے گا تو میرے لیے یہ چیز لائے گا۔اس اندیشے کو دل سے بار بار دور کرے اور اگر وہ شخص کچھ لے کر آئے تو قبول نہ کرے، پھر کبھی خطرہ نہ گزرے گا۔ جب یہ مقام حاصل ہوجائے تو اب جو کچھ آئے گا من جانب اللہ آئے گا اور تسلیم وتوکل کا مرتبہ حاصل رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلائے اور سچا مخلص داعی بنائے۔(آمین ثم آمین)

☆☆☆

محمدمدثر رضا مصباحی

فوائدالفواد: گنجینۂ معرفت

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے چوتھے عظیم صوفی اور صاحب ارشاد بزرگ ہیں۔ آپ اپنے مرشد خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ سے اجازت وخلافت پانے کے بعد عوام الناس کی طرف متوجہ ہوئے اوران کی اصلاح وتربیت فرمائی اور آپ نے اپنی مجلسی گفتگو اور وعظ ونصیحت سے رشد ہدایت کا جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

'فوائدالفواد' سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے روحانی ملفوظات اورنورانی تعلیمات کا مستند مجموعہ ہے اور ہر انسان کے لیے دنیاوآخرت میں نجات کا بہترین ذریعہ بھی۔

ذیل میں 'فوائدالفواد' سے منتخب کچھ اقتباسات پیش ہیں:

رشک اور حسد: رشک اور حسد میں فرق یہ ہے کہ رشک میں حسن اور خیر کا پہلو غالب ہوتا ہے جب کہ حسد میں شر اور دشمنی کا پہلو۔

محبوب الٰہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مَحْسُوْدًا وَلَاتَجْعَلْنِی حَاسِداً.

ترجمہ: یااللہ! مجھے قابل رشک بنا حاسد نہ بنا۔

حسد یہ ہے کہ کوئی کسی کے پاس نعمت دیکھے اور یہ چاہے کہ اس کی وہ نعمت ختم ہوجائے تو یہ حسد ہے۔

لیکن رشک یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے پاس نعمت دیکھے اور وہ یہ چاہے کہ ویسی ہی نعمت اس کے پاس بھی آجائے۔ رشک مباح ہے اور حسد حرام۔

اب یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ ایک انسان کا کون سا عمل حسد کے دائرے میں آتا ہے اور کون سا قدم رشک کے زمرے میں۔

توکل کا اعلیٰ درجہ: توکل کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے دعوے کے لیے کسی کو اپنا وکیل کرے اور وکیل عالم بھی ہو اور موکل کا دوست بھی۔ تو اس موکل کو اطمینان رہے گا کہ میرا وکیل اپنے کام اور مقدمہ بازی میں ہوشیار ہے اور میرا دوست بھی ہے، اس صورت میں توکل بھی ہے اور سوال بھی۔ کیونکہ کبھی کبھی وہ اپنے وکیل سے یہ بھی کہے گا کہ اس دعوے میں اس طرح جواب دینا اور اس کام کو اس طرح پورا کرنا۔ گویا توکل کے پہلے درجے میں توکل بھی ہوتا ہے اور سوال بھی۔ توکل کے دوسرے درجے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی دودھ پیتا بچہ ہو کہ اس کی ماں اس کو دودھ پلاتی ہے اس کو محض توکل ہوتا ہے سوال نہیں۔ بچہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے فلاں وقت دودھ دینا۔ بس رونے لگتا ہے اور تقاضا نہیں کرتا۔ یہ بھی نہیں کہتا کہ مجھے دودھ دو۔ اپنی ماں کی شفقت پر اس کو بھروسہ ہوتا ہے۔ لیکن توکل کے تیسرے درجے کی مثال غسل میت دینے والے کے

سامنے مردے کی طرح ہے کہ مردہ نہلانے والے سے کوئی سوال نہیں کرتا اور اس سے کوئی حرکت سرزد نہیں ہوتی۔ نہلانے والے کو جس طرح کی حاجت ہوتی ہے اسے پھیرتا اور نہلاتا ہے۔ چنانچہ توکل کا تیسرا مرتبہ یہی ہے اور یہ مرتبہ اعلیٰ اور بلند ہے۔ (۹ویں مجلس، ج:۲)

بدگمانی کا انجام: خواجہ حسن بصری نوراللہ مرقدہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے میں نے جس کسی کو دیکھا اپنے سے بہتر خیال کیا سوائے ایک دن کے، اس کی سزا میں نے بھگتی۔ ہوا یہ کہ میں نے ایک روز کسی حبشی کو دیکھا کہ پانی کے کنارے بیٹھا ہوا ہے اور پہلو میں صراحی رکھی ہے وقتاً فوقتاً اس میں سے کسی چیز کے گھونٹ بھرتا ہے اور ایک عورت اس کے پاس بیٹھی ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ چلو اس سے تو میں اچھا ہی ہوں، اسی خیال میں تھا کہ ایک کشتی پانی میں ڈوبنے لگی سات آدمی اس کشتی میں سوار تھے ساتوں کے ساتوں ڈوبنے لگے۔ حبشی نے فوراً پانی میں چھلانگ لگائی اور چھ آدمیوں کو پانی سے نکال لایا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا: اے حسن! اس ایک آدمی کو تم نکال لاؤ۔ خواجہ حسن فرماتے ہیں کہ میں حیران کھڑا رہ گیا۔ پھر مجھ سے بولا کہ اس صراحی میں پانی ہے اور یہ عورت جو میرے پہلو میں بیٹھی ہے میری ماں ہے، میں تمہارے امتحان کے لیے یہاں بیٹھا تھا، جاؤ ابھی تم صرف ظاہر دیکھنے والے آدمی ہو۔ (۲۳ویں مجلس، ج:۲)

تلاوت کے آداب: فرماتے ہیں کہ:

☆ قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگانا چاہیے۔

☆ اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ کوشش کرے کہ تلاوت کرنے والا اس کے معانی پر غور کرے۔

☆ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ تلاوت کے وقت اللہ کی عظمت وجلال کو اپنے دل پر طاری رکھے۔

☆ تلاوت کے وقت یہ شرم غالب رہنی چاہیے کہ میں اس دولت اور اس سعادت کے لائق کہاں؟

☆ اگر یہ بھی نہ ہو تو اتنا سمجھے کہ تلاوت قرآن کا اجر دینے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ ضرور ثواب عطا فرمائے گا۔

معاف کرنا: کسی نے عرض کیا: بعض لوگ آپ کو سرعام برا بھلا کہتے ہیں ہم سے سنا نہیں جاتا۔ اس پر آپ نے فرمایا میں نے سب کو معاف کر دیا پھر کیا موقع ہے کہ لوگ عداوت اور کسی کی دشمنی میں مشغول ہوتے ہیں۔ جو بھی مجھے برا کہتا ہے میں نے اسے معاف کر دیا۔ تم کو بھی چاہیے کہ معاف کر دو اور اس شخص سے دشمنی نہ رکھو۔ (۵ویں، ج:۳)

مخدوم کون؟: خدمت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا جو خدمت کرتا ہے وہ مخدوم ہو جاتا ہے۔ کوئی خدمت کے بغیر مخدوم کیسے بن سکتا ہے؟ اس وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ آئے مَنْ خَدَمَ خُدِمَ. یعنی جس نے خدمت کی اس کی خدمت کی گئی۔ (۷ویں مجلس، ج:۳)

باطن کا حاکم: حسن علا سجزی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے یہ تشویش ہوئی کہ کسی نے شیخ سے میری برائی کر دی ہے۔ مجھے جب خدمت میں بیٹھنے کی سعادت ملی تو آپ کی زبان سے پہلی ہی بار یہ الفاظ ادا ہوئے کہ:

اگر کوئی کسی کے سامنے برائی بیان کرتا ہے تو اس کے

سننے والے کو اتنی سمجھ اور تمیز ضرور ہے کہ وہ بات کے سچ، جھوٹ یا اس میں کوئی غرض پوشیدہ ہونے کو جان سکے۔ بندے نے جب یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا اور عرض کی کہ خدمت گاروں کا اطمینان اسی بات پر تو ہے کہ مخدوم کا باطن حاکم ہے اور اس پر سب کچھ روشن ہے۔ (۱۱ویں مجلس، ج:۳)

نیک وبد کی پہچان: جب یہ بات چلی کہ انسان نیک کیسے ہوتے ہیں اور بد کیسے؟ تو محبوب الٰہی نے فرمایا: اگر کسی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ بدکار نہیں ہے تو اسی قدر اس کو نیک کہا جا سکتا ہے اور اگر کوئی کسی کی عیب جوئی نہیں کرتا اور نہ کسی کو برا کہتا ہے تو چاہے وہ شخص خود برا ہو، اس کو نیک ہی سمجھا جائے گا بدکار نہیں، کیونکہ تم میں اگر کوئی عیب ہے اور دوسروں کی عیب جوئی نہیں کرتے تو تم نیک ہو، یا اگر برے ہو اور کسی کو برا نہیں کہتے تو بھی نیک ہو۔ (۱۹ویں مجلس، ج:۳)

مال جمع کرنا: مال و دولت دیکھ کر اچھے اچھوں کی نیت خراب ہو جاتی ہے، اسی لیے اولیا نے مال جمع کرنے سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ چنانچہ جب مال جمع کرنے والوں کا ذکر آیا تو محبوب الٰہی نے فرمایا:

جو لوگ دولت جمع کرتے ہیں اور جس قدر دولت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر زیادہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی طبیعتیں بنائی ہے مثلاً: کسی آدمی کو دس درہم ہی کافی ہو لیکن اس میں اضافہ ہونے لگے تو جب تک اس کو خرچ نہ کرے اسے چین ہی نہیں آتا اور کسی شخص کو ایسا بنایا ہے کہ جتنی زیادتی ہوتی ہے اتنی ہی ہوس بڑھتی ہے اور یہ بات اس کی اپنی نہیں ہوتی بلکہ اس کی ازلی قسمت ہوتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ سونے چاندی کی راحت خرچ کرنے میں ہے یعنی آدمی کو کسی چیز سے راحت نہیں مل سکتی جب تک روپیہ خرچ نہ کرے، مثلاً:

اگر وہ چاہتا ہے کہ عمدہ لباس پہنے یا اسے اچھے کھانے کی آرزو ہو یا اسی طرح کی اور کوئی تمنا ہو تو جب تک روپیہ خرچ نہیں کرتا اس کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔

پس معلوم ہوا کہ سونے چاندی سے اگر راحت حاصل ہو سکتی ہے تو ان کے جانے سے ہو سکتی ہے۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ سونے چاندی کے جمع کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ان سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔

یعنی ایک تو انسان مال ہی جمع نہ کرے اور اگر کر بھی لے تو پہلے یہ سوچے کہ مال کا جمع کرنا کس لیے ہے؟ اگر اللہ کی رضا کے لیے تو ٹھیک ہے ورنہ جمع نہ کرے اور سب غریبوں میں تقسیم کر دے۔

☆☆☆

السعی منی والشفاء من اللہ

یونانی دواؤں کے ذریعے پیچیدہ وکہنہ امراض کا تشفی بخش علاج کے لیے رابطہ کریں:

حکیم سرفراز حسین

امام سنی جامع مسجد، چمڑا بازار، مین روڈ

دھاراوی ممبئی-17

موبائل: 09819291874

اشتیاق عالم مصباحی

تواضع اورانکساری مومنین کا طریقہ

تواضع اور تکبر یہ دونوں ایسی صفتیں ہیں جو انسانی زندگی میں عروج وزوال اور ہلاکت ونجات کا باعث بنتے ہیں۔ تواضع انسان کو اس کی اصل منزل تک پہنچاتا ہے اور تکبر اسے منزل مقصود سے بھی دور کر دیتا ہے۔ عینی مشاہدہ ہے کہ کسی بھی رنگ ونسل اور مذہب سے تعلق رکھنے والا شخص اگر دنیا حاصل کرنے کے لیے تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے تو وہ دنیا کی نظر میں محبوب بھی ہوتا ہے اور کامیابی سے ہمکنار بھی۔ اس کے برخلاف متکبر اور مغرور سماج میں برا خیال کیا جاتا ہے اور اپنی منزل سے بھی کوسوں دور رہ جاتا ہے۔ گویا تواضع دین ودنیا دونوں میں کامیابی کا ضامن ہے اور تکبر ہر دو جہان میں خسارہ اور نقصان کی طرف لے جانے والا ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ تواضع انسانیت ہے اور تکبر حیوانیت۔ جس نے انسانیت کو اپنا دوست بنایا وہ کامیاب ہے اور جس نے حیوانیت اور شیطان کو اپنا دوست بنایا ہے وہ ناکام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تواضع کیا ہے؟

اپنے آپ کو کمتر اور حقیر جاننے اور دوسروں کو خود سے افضل جاننے اور ماننے کو تواضع کہتے ہیں۔

اس صفت کا حامل وہ شخص ہوتا ہے جسے اللہ رب العزت اپنا محبوب ومقرب بنالیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر ہمارے نبی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک جملہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ سے ہمیں تواضع اور انکساری کا سبق ملتا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اپنی بے گناہی کے باوجود فرماتے ہیں: مولیٰ! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ کیا تو ضرور ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے۔

حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والسلام بڑھئی کا کام کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام خود اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سارے عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، نہایت رقیق القلب اور نرم دل تھے، ہر شخص کی دعوت قبول فرماتے اور بچے بوڑھے ہر کسی کو سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کام میں حصہ لیا کرتے تھے؟ آپ فرماتی ہیں:

كَانَ يَخِيطُ ثَوْبَهُ، وَيَخْصِفُ نَعْلَهُ، وَيَعْمَلُ مَا يَعْمَلُ الرِّجَالُ فِي بُيُوتِهِمْ. (مسند احمد، عائشہ بنت صدیق)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے اور جوتے سیتے اور گھر کا کام ایسے ہی کرتے تھے جیسے عام لوگ اپنے گھروں میں کام کیا کرتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا، قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ. (سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی الکبر)

ترجمہ: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے تو جس نے مجھ سے کبریائی اور عظمت کے تعلق سے جھگڑا کیا، میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

تواضع مومنین کا طریقہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہونے کے باوجود ایک اندھی بوڑھی خاتون کے گھر جاتے، اس کے گھر میں جھاڑو دیتے، برتن صاف کرتے اور اس کے کھانے کا سامان تیار کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں روزانہ فجر کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون کے گھر کی طرف جاتے دیکھتا تھا۔ ایک دن میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ آپ کی واپسی کے بعد میں اس گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک ضعیف خاتون بیٹھی ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ اس کو جانتی ہیں جو روزانہ آپ کے گھر آتا ہے۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہے۔ وہ روزانہ میرے گھر آتا ہے، گھر کی صفائی کرتا ہے، میرے لیے کھانا تیار کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: اے ابوبکر! کیا آپ کے بعد والے آپ کی پیروی کر سکیں گے؟

تواضع کا فائدہ

پرامن اور صالح معاشرے کے وجود اور دینی و دنیوی ترقی کے لیے تواضع ایک بنیادی ضرورت ہے کیونکہ تواضع سے الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور ظلم و فساد کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان دونوں فوائد کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں: وَإِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ. (مسلم، باب الصفات)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگ اپنے آپ کو کمتر اور حقیر جانو، کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔

دینی فائدے کی نشاندہی کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ. (باب استحباب العفو والتواضع)

ترجمہ: جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے ضرور بلندی عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا. (قصص:۸۳)

ترجمہ: آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو نہ زمین (دنیا) میں بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد۔

داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا نے بڑی خوبصورتی سے تواضع پر روشنی ڈالی ہے، آپ فرماتے ہیں:

سب سے کمتر جان اپنے آپ کو
تاکہ دل سے کبر و نخوت دور ہو
انکساری ہے صفت انسان کی
کبر و نخوت ہے صفت شیطان کی
کبر ہی سے پیدا ہوتا ہے حسد
اور حسد کا پوچھ مت انجام بد

☆☆☆

شاہد رضا ازہری

صلح ومصالحت ہماری دینی ضرورت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلٰحٍ بَیْنَ النَّاسِ،وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا. (نسا:۱۱۴)

ترجمہ:ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں ہے اس شخص کے سوا جو صدقہ کا حکم دے یا نیکی یا لوگوں سے صلح کرنے کا حکم دے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرے تو عن قریب ہم اس کو اجر عطا فرمائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صلح اختیار کرنے سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور صلح سے کام لینے والوں پر ہمیشہ منعم حقیقی جل شانہ کا فضل وکرم ہوتا ہے۔سماجی اور معاشرتی اعتبار سے دیکھیں تو اس کے سبب انسان کے درمیان عداوت و دشمنی اور بغض و حسد کا خاتمہ ہوتا ہے،آپس میں اخلاق ومحبت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا ہے اور ساتھ ہی اعتقاد وفکر کی اصلاح کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک صلح پسند انسان انسانی معاشرے اور سوسائٹی کے لیے کس حد تک ضروری ہے، اس کی وجہ سے اگر ایک طرف معاشرہ پاکیزہ اور ستھرا رہتا ہے تو دوسری طرف سماج کا ماحول پر امن اور پرسکون ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِی یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ، فَیَنْمِی خَیْرًا، أَوْ یَقُولُ خَیْرًا. (بخاری،کتاب الصلح)

ترجمہ:وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے،اچھی بات بتائے یا اچھی بات کہے۔

اب اگر کوئی شخص فکر وعمل کی اصلاح کی نیت سے یا دو شخص یا جماعت یا شوہر وبیوی میں صلح کرانے،اپنی یا کسی کی جان ومال اور عزت آبرو کی حفاظت کے لیے خلاف واقعہ کوئی بات کہے تو شریعت اسلامیہ میں ایسی بات کہنے کی اجازت ہے،مثال کے طور پر صلح کرانے والے نے کہا کہ آپ جس سے نفرت کرتے ہیں وہ تو آپ سے بڑی محبت رکھتا ہے اور آپ کو ایک اچھا انسان سمجھتا ہے،اب اگر اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہوگا تو وہ یقیناً اس سے عداوت نہیں بلکہ محبت کرنے لگے گا اور اس طرح دو انسانوں کے درمیان جو بدظنی ہے وہ ختم ہوجائے گی۔

۲۔لا یَحِلُّ الْکَذِبُ إِلَّا فِی ثَلَاثٍ،یُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِیُرْضِیَهَا، وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ، وَالْکَذِبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ. (ترمذی،ابواب البر والصلہ)

ترجمہ: تین باتوں کے سوا کسی معاملے میں جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ ایک اس وقت جب شوہر اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے کوئی بات کہے۔ دوسرا جب لڑائی کا موقعہ ہو تو اس وقت خلاف واقعہ بات کہے (جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ. (بخاری، باب الحرب) لڑائی ایک حکمت بھری چال ہے) اور تیسرا جب لوگوں کے درمیان صلح کرانا مقصود ہو۔

۳۔ ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان دو دنوں میں ہر اس شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے جس نے شرک نہ کیا ہو مگر ان دو شخصوں کی مغفرت نہیں کی جاتی ہے جو آپس میں عداوت رکھتے ہیں، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کو مہلت دو یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔ (سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۲۱۷)

۴۔ کیا میں تم کو اس عبادت کی خبر نہ دوں جس کا اجر نماز، روزہ اور صدقہ سے زیادہ ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: دو جھگڑ رہے انسانوں میں صلح کرانا۔ (سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۲۱۷)

لیکن آج ہمارے سماج اور معاشرے کی صورت حال یہ ہے کہ جب کسی فرد سے لڑائی ہو جاتی ہے تو صلح کرانے کے پہلو پر کم غور کیا جاتا ہے اور فریقین کو آپسی نفرت پر ابھارنے کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔

اگر ہم صحیح معنی میں انسان ہیں تو ہمیں ایسا عمل کرنا چاہیے جو ایک انسان کو زیب دیتا ہے۔ ایک اچھا انسان بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام خسیس اور بری صفتوں سے دور ہو کر کمالات و خوبیوں کا پیکر بنے تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے زندگی کے ہر موڑ پر صلح و مصالحت کو ترجیح دیا ہے اور نہ صرف خود صلح فرمائی ہے بلکہ دوسروں کو بھی صلح کی تلقین فرما کر قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد سے محفوظ رکھا ہے۔

صلح حدیبیہ کو کون بھول سکتا ہے کہ اس وقت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح فرمایا جب کہ آپ طاقت و قوت میں دشمن سے کسی بھی صورت کم نہ تھے۔

حدیبیہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان جو صلح نامہ تحریر فرمایا تھا، اس میں یہ تین باتیں درج تھیں:

ا۔ کفار و مشرکین میں سے جو بھی فرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے گا تو آپ اسے واپس مشرکین کے پاس بھیج دیں گے۔

۲۔ لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی کفار و مشرکین کی طرف جائے گا تو کفار و مشرکین اسے واپس نہیں کریں گے۔

۳۔ جب اگلے سال آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے تو

تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں گے اور شہر میں داخل ہوتے وقت آپ اور آپ کے صحابہ ہتھیار وغیرہ میان میں رکھیں گے۔

یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم یہ شرائط مان لیں؟ آپ نے فرمایا: **نَعَمْ، إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ جَاءَ نَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهُ فَرَجًا وَمَخْرَجًا.** (مسلم، صلح الحدیبیہ)

ترجمہ: ہاں! بے شک ہم میں سے جو چلا گیا اسے اللہ تعالیٰ نے دور دیا اور ان کا جو فرد ہمارے پاس آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے عن قریب کشادگی اور نکلنے کی صورت پیدا فرمادے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! (ﷺ) کیا ہم حق پر اور یہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟

کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟

پھر ہم اپنے دین میں جھکنا کیوں پسند کریں اور واپس کیوں لوٹ جائیں؟ جب کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم نازل نہیں فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! میں اللہ کا برگزیدہ بندہ اور اس کا رسول ہوں اور اللہ مجھے ضائع نہیں فرمائے گا۔

یہ سن کر حضرت عمر چلے گئے، لیکن وہ خود پر قابو نہ پاسکے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پھر اسی سوال کو دہرایا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمایا تھا، پھر جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو بلایا اور ان کو یہ سورہ پڑھ کر سنایا تو انھوں نے کہا:

یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں!

پھر وہ خوش ہو کر لوٹے۔ (مسلم، ج:۱۲، ص:۱۱۱ تا ۱۱۲)

صلح حدیبیہ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ابھی تک جو اشراف مکہ اور سرداران قریش اسلام سے متنفر تھے انھوں نے دیکھ لیا اور یہ بخوبی اندازہ کرلیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب ظالم نہیں، مظلوم ہیں جن پر اہل مکہ ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں وہ تمام مناظر گردش کرنے لگے کہ کبھی طائف میں آپ پر اوباش لڑکوں سے پتھر پھینکوائے گئے، کبھی آپ کے راستے میں کانٹے بچھوادیے گئے، کبھی نماز کی حالت میں دردناک اذیت پہنچائی گئی تو کبھی اللہ رب العزت کی عبادت سے روکا گیا۔

غرض کہ مختلف طریقے سے تکلیفیں دی گئیں لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر ورضا کے پیکر بن کر احسان واخلاق اور صلح ومصالحت کا درس دیتے رہے اور **وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى.** مائدہ:۲) کا عظیم پیغام پہنچاتے رہے۔

خیبر کے موقع پر جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح

پا چکے تھے، آپ کو اختیار تھا کہ آپ جو چاہیں کریں۔ لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین سے صلح فرمایا اور ان کی اراضی ان کے سپرد کر کے دنیا کے سامنے احسان و مروت کی انوکھی مثال قائم فرمائی۔

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ. (بخاری، باب الصلح)

ترجمہ: اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب خیبر والوں سے صلح کی بات تھی۔

آج بھی ہم سیرت طیبہ کے ان پہلوؤں کو سامنے رکھیں اور صلح و مصالحت کو ترجیح دیں تو ہمارا سماج و معاشرہ بہت ساری برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ بالخصوص دینی معاملات میں اصلاح کی کوششوں کو ترجیح دینے کی زیادہ ضرورت ہے تا کہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ عام سے عام تر ہو اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام گھر گھر پہنچ سکے۔

یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ جب دنیاوی معاملات کی باری آتی ہے تو ہم ہر طرح کے انسان سے صلح کر لیتے ہیں اور اپنے بگڑے معاملات کو درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب کبھی دعوتی معاملات اور دینی فائدے کے لیے محبت و پیار سے اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے تو اسے برا سمجھا جاتا ہے۔

آخر جب ہم کسی انسان سے دنیاوی معاملات کے لیے صلح کر سکتے ہیں اور تعلقات بحال کر سکتے ہیں تو اسی انسان سے دینی معاملات اور دعوت کے لیے مصالحت کیوں نہیں کی جا سکتی اور اس سے اصلاح کی غرض سے تعلق کیوں نہیں رکھ سکتے۔ جب کہ قرآن وحدیث سے واضح ہے کہ جس صلح اور تعلق سے لوگوں کی اصلاح ہو، دین کو فائدہ پہنچے اسے اختیار کیا جائے۔ دین تو سراسر دوسروں سے خیر خواہی کا نام ہے اور صلح و آشتی اللہ کو محبوب ہے۔

یہی اللہ کا پیغام ہے، رسول کی سنت ہے اور پوری انسانیت کے لیے امن و آشتی کا ضامن بھی۔

☆☆☆

اگر آپ چاہتے ہیں:

روحانی و ایمانی تسکین اور دین و دنیا میں کامیابی

قرآن و سنت کو آسان زبان میں سمجھنا

موجودہ زمانے میں انسانیت کی حفاظت

تو

ماہنامہ **خضر راہ** کا مطالعہ خود کریں اور دوست و احباب کو تحفہ کے طور پر پیش کریں۔

رابطے کے لیے فون/میل کریں: khizrerah@gmail.com, 9312922953

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا

کی قلبی واردات، گنجینہ معانی، بحر حقائق و معارف، مثنوی

نغمات الاسرار فی مقامات الابرار

کا تیسرا ایڈیشن اپنے نئے رنگ و آہنگ اور ضروری توضیحی حواشی کے ساتھ منظر عام پر آ چکا ہے۔

رابطہ کریں:

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (الہ آباد) 212213 (یوپی)

Mobile: 07860604036

شاہی پروڈکٹس

(کول آئل، ہیر ٹانک، شاہی ہربل صابن، ٹوتھ پاؤڈر، روغن اسود، سفوف کشنیز)

مندرجہ ذیل ایجنسیوں سے حاصل کریں:

حافظ سرفراز، دھاراوی، ممبئی-17
موبائل: 09323861303

خانقاہ نعمتی، مٹیا برج، کولکاتہ
موبائل: 09831746380

دھلی آفس: 47/14: فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاوس، اوکھلا، نئی دہلی-110025

Mob: 09899156384 / 9910865854

قابل رشک خواتین کے تذکرے

معاذہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جب دن ہوتا تو یہ کہتیں کہ آج میرا وہ دن ہے جس میں میری موت ہے اور شام تک نہ سوتیں۔ جب رات ہوتی تو کہتیں کہ یہ میری وہ رات ہے جس میں مرجاؤں گی اور صبح تک نہ سوتیں۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا تو کھڑی ہو جاتیں اور گھر میں ٹہلنے لگتیں، پھر فرماتیں اے نفس! تیری نیند آگے ہے اور صبح تک گھر میں ٹہلتی رہتیں۔ ڈرتیں کہ کہیں غفلت اور نیند میں موت نہ آجائے۔ دن رات میں چھ سو رکعت نمازیں ادا کرتیں۔ چالیس سال تک آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور جب سے آپ کے شوہر کا وصال ہوا آپ نے بستر پر ٹیک نہ لگایا یہاں تک کہ فوت ہوگئیں۔ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی اور ان سے روایت بھی کی۔

رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کثرت سے روتیں اور غمگین رہتیں۔ جب جہنم کا ذکر سنتیں تو دیر تک بیہوشی طاری رہتی اور فرماتیں کہ ہمارا استغفار بجائے خود استغفار کا محتاج ہے۔ لوگ آپ کو جو کچھ دیتے اسے لوٹا دیتیں اور فرماتیں مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔ اسّی (۸۰) سال کو پہنچنے کے بعد یوں ہوگئی تھیں گویا پرانا مشکیزہ۔ جب چلتیں تو یوں معلوم ہوتا کہ گر پڑیں گی۔ کفن ہمیشہ سامنے پڑا رہتا یعنی سجدے کی جگہ اور آپ کی سجدہ گاہ آپ کے آنسوؤں سے جمع شدہ پانی کی طرح تھی۔ آپ نے ایک دن حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے: ہائے غم! تو یہ سن کر فرمایا: ہائے! غم کی قلت، اگر تو غمگین ہوتا تو تجھے زندگی اچھی نہ لگتی۔

ماجدہ قرشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں جو حرکت سنائی دے یا جو قدم رکھا جائے مجھے یہی گمان ہوتا ہے کہ اس کے بعد میری موت ہے۔ عقل کس قدر کم ہوگئی کہ مکان میں رہنے والوں کے لیے نقل مکانی کا اعلان ہو چکا اور وہ حیران ہو کر مہلت میں پاؤں مار رہے ہیں۔ گویا ان کے علاوہ کوئی اور مراد ہیں اور اعلان ان کے لیے نہیں۔ اطاعت کرنے والوں نے جنت میں داخلہ اور اللہ کی خوشنودی میں سے جو کچھ پایا اپنے بدن کو مشقت میں ڈال کر پایا۔

سیدہ عائشہ بنت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ مصر کے قبرستان 'قرافہ' کے دروازے کے قریب مدفون ہیں۔ آپ نے کہا: مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! اگر تو نے مجھے آگ میں داخل کیا تو اپنا عقیدۂ توحید اپنے ہاتھ میں لے کر جہنمیوں کا دورہ کروں گی اور کہوں گی کہ:

میں نے اسے ایک مانا، اس نے مجھے عذاب دیا۔

۱۴۵ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

رباح قیسی کی اہلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ ساری رات قیام فرماتیں۔ جب رات کا چوتھائی حصہ گزر جاتا تو کہتیں اے رباح! نماز کے لیے اٹھیے۔ وہ نہ اٹھتے تو خود قیام فرماتیں پھر آتیں اور کہتیں اے رباح! اٹھیے۔ وہ نہ اٹھتے تو آخری چوتھائی حصہ رات میں قیام کر کے پھر ان کے پاس آتیں اور کہتیں اے رباح! اٹھیے۔ وہ نہ اٹھتے تو رات پوری ہونے پر ان کے پاس آتیں اور کہتیں اے رباح! اٹھیے رات کا لشکر چلا گیا اور آپ سوئے ہوئے ہیں۔ افسوس! مجھے آپ کے متعلق کس نے دھوکا دیا۔ اے رباح! تو نرا سرکش اور عناد والا ہے۔ پھر زمین سے ایک تنکا اٹھاتیں اور فرماتیں اللہ کی قسم! میرے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے اور جب عشا کی نماز ادا فرمالیتیں تو خوشبو لگاتیں اور کپڑے پہنتیں، پھر اپنے شوہر سے پوچھتیں کہ آپ کو حاجت ہے؟ اگر وہ کہتے نہیں تو زینت والا لباس اتار دیتیں اور صبح تک نماز ادا کرتیں۔

فاطمہ بوریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میری استاذ ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ جو شخص ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ ہر میدان میں سر کے بل آتا ہے اور ہر قسم کی بولی بولتا ہے اور جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سچ کے سوا ہر بات سے گونگا کر دیتا ہے اور اسے اپنے سے حیا اور اخلاص لازم کر دیتا ہے۔ نیز فرماتی ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے اس عقیدے سے عمل کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے تو وہ مخلص ہے۔ ان کے متعلق حضرت ابو یزید قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی باخبر خاتون نہیں پائی، میں نے انھیں جس مقام کی بھی خبر دی اس کے معائنے کا شرف حاصل تھا۔ مکہ معظّمہ میں عمرہ کے راستے میں ۲۲۳ہجری میں واصل بحق ہوئیں۔

رابعہ بنت اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رات کے اول حصے سے لے کر آخر حصے تک قیام کرتیں اور فرماتیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اسے اس کی برائیوں پر اطلاع کر دیتا ہے۔ پس وہ مخلوق کی بجائے اپنی برائیوں میں مشغول رہتا ہے۔ یہ ہمیشہ روزہ رکھتیں اور فرماتیں کہ: میرے جیسا انسان دنیا میں افطار نہیں کرتا۔ اپنے شوہر سے فرماتیں کہ: میں آپ سے شوہروں والی محبت نہیں کرتی بلکہ بھائیوں والی محبت کرتی ہوں۔ نیز کہتیں میں جب بھی اذان سنتی ہوں تو مجھے قیامت میں ندا دینے والا یاد آجاتا ہے، اپنا اعمال دیکھتی ہوں تو اعمال ناموں کا اڑنا یاد آتا ہے اور گرمی دیکھتی ہوں تو شر یاد آتا ہے۔ میں کئی دفعہ جنات کو جاتا اور آتا دیکھتی ہوں۔ کئی بار حوروں کو دیکھتی ہوں جو کہ اپنی آستینوں کے ساتھ مجھ سے پردہ کرتی ہیں۔

اللہ ہمارے سماج و معاشرے کی خواتین کو ان اللہ والیوں کے صدقے اعمال صالحہ کی توفیق بخشے۔ (آمین)

☆☆☆

> ہر حال میں اللہ کو یاد کیجیے کیونکہ اللہ بندے کے گمان سے قریب ہے۔

حضرت مخدوم شیخ سعد خیر آبادی قدس سرہٗ (۹۲۲ھ) کے قلم سے

علامہ قطب الدین دمشقی قدس سرہ کی مشہور متن تصوف

الرسالۃ المکیۃ کی عالمانہ وعارفانہ شرح

مجمع السلوک

جو شریعت وطریقت کا انسائیکلوپیڈیا اور سالکین وطالبین

کے لیے دستور العمل ہے۔

حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی صاحب نے اس کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ مکمل کرلیا ہے۔

تحقیق وتخریج کا کام جاری ہے۔

بہت جلد اشاعت پذیر ہورہی ہے۔

ناشر:

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، الٰہ آباد (یوپی)

Mobiles: 9696973121 / 8382923993

E-mail: shahsafiacademy@gmail.com

سیرت طیبہ پوری انسانیت کے لیے قابل عمل

اگر تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کریں تو یہ بات ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اس دنیا میں چھوٹی بڑی بے شمار معزز ہستیاں وجود میں آئیں، ان میں شاید ہی کوئی ایسی ہستی ہو جس کی تعلیمات تمام انسانیت کے لیے فائدہ مند ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منفرد ایسی ذات ہے جس کی ہر بات قابل عمل اور پوری انسانیت کے لیے مفید ہے۔

امت مسلمہ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.
(احزاب:۲۱)

ترجمہ: تمہارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نمونۂ حیات ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر دنیا والوں کے سامنے بہترین اخلاق کا ایسا نمونہ پیش کیا ہے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کو صادق و امین کے نام سے پکارنے پر مجبور ہو گئے۔ ابو جہل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت اور دشمنی رکھتا تھا اس کے باوجود بھی وہ آپ کے اخلاق حسنہ کا اعتراف کرتا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ اخنس بن شریق نے تنہائی میں ابو جہل سے پوچھا کہ یہاں پر ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں ہے، اب تو مجھے سچ سچ بتا کہ محمد (ﷺ) سچے ہیں یا نہیں؟ ابو جہل نے کہا کہ اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) سچے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ. (انعام:۳۳)

ترجمہ: ہمیں معلوم ہے کہ آپ کو ان کی باتوں سے رنج ہوتا ہے تو اے محبوب! وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

مفتی محمد ارشاد حسین غفرلہ اس آیت پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ فِي الْبَاطِنِ بَلْ يَعْتَقِدُونَ صِدْقَكَ وَإِنَّمَا تُكَذِّبُهُمْ عِنَادًا وَجُحُودًا. (جلالین، ص:۱۱۴)

ترجمہ: حقیقت میں وہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ تو آپ کی صداقت کے معتقد ہیں لیکن ہاں! ان کا یہ جھٹلانا صرف ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔

ذیل میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر بخوبی روشنی پڑتی ہے:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ: أُفٍّ، وَلَا لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ. (بخاری، باب حسن الخلق)

ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس سال رہا لیکن آپ نے مجھے کبھی ''اُف'' بھی نہ کہا اور نہ یہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام ضرور کر۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم کے ساتھ بھی عمدہ اخلاق کا نمونہ پیش فرمایا ہے اور کبھی بھی خادم پر اپنا مالکانہ رعب نہ جمایا بلکہ اس کے ساتھ ہمیشہ محبت، ہمدردی اور نرمی کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے باہر بھیجا۔ میں نے زبان سے کہا: واللہ! میں نہیں جاؤں گا لیکن دل میں ارادہ تھا کہ میں اس کام کے لیے جاؤں گا جس کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے۔

چنانچہ میں جانے کے لیے نکلا اور بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے (اور ٹھہر کر ان کا کھیل دیکھنے لگا) اتنے میں اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گردن کو (دھیرے سے) دبایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی جانب دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے، آپ نے فرمایا:

يَا أُنَيْسُ أَذَهَبْتَ حَيْثُ أَمَرْتُكَ؟ قَالَ قُلْتُ: نَعَمْ، أَنَا أَذْهَبُ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ. (مسلم، کان رسول اللہ احسن)

ترجمہ: پھر فرمایا: اے اُنیس! میں نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا وہاں گئے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ابھی جا رہا ہوں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ عفو و درگذر سے کام لیا اور کبھی کسی کے انکار یا کام میں تاخیر کے سبب اپنی برہمی یا غصہ کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ باز پرس بھی فرما رہے ہیں تو مسکراتے ہوئے، تاکہ اس کے دل کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے۔

۳۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کا کنارہ گہرے رنگ کا تھا۔ ایک اعرابی نے اس کو پکڑ لیا اور زور سے کھینچا، اس کی وجہ سے آپ اس اعرابی کی طرف آ گئے۔ جب میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک کی طرف گئی تو دیکھا کہ آپ کی گردن مبارک پر چادر کھینچنے کی وجہ سے گہرے نشانات پڑ گئے ہیں۔

پھر اس نے کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے بھی عطا کیجئے:

فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. (بخاری، باب البرود والحبرہ والشملہ)

ترجمہ: چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا پھر مسکرائے اور اسے مال عطا کرنے کا حکم فرمایا۔

اندازہ کیجئے کہ ایک اعرابی نے ایسی حرکت کی جس کی وجہ سے آپ کی گردن مبارک پر گہرے نشانات پڑ گئے۔ اس کے باوجود آپ نے اس کی جانب نہ صرف مسکرا کر دیکھا بلکہ اس کو مال بھی عطا فرمایا۔ یہ کام ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، کیونکہ یہ تو وہی عظیم محسن کر سکتا ہے جو سراپا حسن اخلاق ہو۔

☆☆☆

آپ کے SMS

جنوری کے شمارے میں ''ہمیں آپ کے فون یا میل کا انتظار ہے!'' کے ذریعے رسالے سے متعلق آپ کے نظریات جاننے کی کوشش کی گئی تھی۔ آپ کے مختلف تأثرات ادارہ کو موصول ہوئے ان میں سے چند یہاں پیش کیے جا رہے ہیں:

السلام علیکم!

ماہنامہ خضر راہ'' پیغام سیرت نمبر'' ایک ہی مرتبہ میں آدھے سے زیادہ پڑھ ڈالا۔ آنکھیں نہ تھکتیں تو پورا ہی پڑھ کے دم لیتا، ان شاء اللہ کل پورا کر دوں گا۔ یوں تو پورا خضر راہ پسند ہے مگر خصوصی طور پر شیخ صاحب کی نعتیں اور عرفانی مجلس بہت پسند آتی ہیں، اس کے پڑھنے سے علمی اور روحانی دونوں فائدے ہوتے ہیں۔

جب بھی پڑھتا ہوں روح عمل کے لیے بے قرار اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے بے چین ہو جاتی ہے۔ اس کو بہتر بنانے کے لیے اس کی پروف ریڈنگ کسی غیر عالم اردو داں سے بھی کروالیں۔

اس بار مولانا ذیشان صاحب کا مضمون بہت اچھا لگا ''ہدایت'' خوب واضح ہو گئی، لیکن مولانا ضیاء الرحمٰن کا مضمون کافی طویل تھا جو اگرچہ اچھا تھا مگر آپ کے قانون کے خلاف تھا یہ بات مجھ کو ناپسند لگی۔ **محمد فیضان**، مراد آباد

السلام علیکم............ایڈیٹر خضر راہ!

آپ کا ماہنامہ مجھے اتنا پسند ہے کہ میں اس کو لفظوں میں نہیں بیان کر سکتا۔ اس کتاب نے میری دل کی دنیا بدل دی۔ کتاب کا کوئی ایسا مضمون نہیں جس کو میں نے تین سے چار مرتبہ نہ پڑھا ہو۔ اس کے بار بار پڑھنے کی وجہ سے میں لوگوں کو دینی باتیں بتاتا ہوں۔

مجھے سبھی قلم کار بہت ہی پسند ہیں۔ خاص کر اس ماہ کے سارے مضمون بہت ہی پسند آئے۔ اس ماہ کے کالم شہ پارہ اسلاف ''رسول کی محبت ایمان کی شرط ہے''

محمد قیس خان، مدرسہ غوثیہ ممتاز العلوم، ممبئی

السلام علیکم!

میں ماہ جنوری کا رسالہ پڑھ کر بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ تمام مشمولات بہت ہی بہتر ہیں۔ خاص کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں دعوت وتبلیغ۔ اللہ سے دعا ہے کے پوری ٹیم کے اس خالص عمل کو اللہ قبول فرمائے۔

تابش جمال اشرفی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

السلام علیکم!

میری نظر سے آپ کا شمارہ گزرا۔ یہ ہر اعتبار سے لائق تحسین ہے اور ڈھیر ساری دعاؤں کا مستحق۔ **قمر رضوانی**

E-mail: khizrerah@gmail.com

Mobile: 9312922953

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اخوت	بھائی چارہ، آپسی محبت	تجدید	کوئی کام نئے سرے سے کرنا
اوامر	وہ احکام جن کے کرنے کا حکم ہوا	ثریا	ایک ستارہ کا نام، مراد بلندی، اونچائی
نواہی	وہ احکام جن سے روکا گیا ہے	ثانوی	دوسرا درجہ، سیکنڈری
اعتزال	ایک گمراہ عقیدہ، جماعت سے الگ ہونا	جزوی واکثری	بعض، کچھ اور زیادہ تر
انتساب	کسی کی طرف نسبت کرنا	جنون	دیوانگی، لگن، ذوق وشوق میں زیادتی
ایوان شاہی	شاہی محل	جوارح	بدن کے حصے، جسم کے انگ
اعراض	بچنا، منہ پھیرنا	رمزیت	اشارے میں بات کرنا
انذار وابشار	ڈرانا اور خوش خبری دینا	حروف مقطعات	قرآن کے الگ الگ حروف، جیسے: الم، ق، ن
اسیر	غلام، عاشق، قیدی	حکمت	اچھے طریقے سے کچھ کہنا، تدبیر
اسلاف	پہلے زمانے کے بزرگ	خورد ونوش	کھانا اور پینا
انتشار وافتراق	اختلاف، الگ الگ ہونا	خرقہ	بزرگوں کی طرف سے دیا جانے والا لباس
امرا وسلاطین	بادشاہ، حکومت کرنے والے	ذخیرہ اندوزی	مال ودولت جمع کرنا
مرجع	پناہ لینے کی جگہ	خلوت	تنہائی، سب سے الگ تھلگ رہنا
اخذ	لینا، حاصل کرنا	رذیل	ذلیل، کمینہ
بغض	نفرت، کینہ، دشمنی	رجال الغیب	مردان غیب
ترک وتجرید	دنیا سے الگ ہونا اور تنہائی اختیار کرنا	سکرات	سخت تکلیف جو موت سے پہلے ہوتی ہے
تنازع	جھگڑا، اختلاف	سجادۂ تصوف	تصوف کا مصلیٰ، مسند خلافت
تردد	شک وشبہ	سلب	چھین لینا، ختم کرنا

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شہوات	برائی میں مبتلا کرنے والی خواہش	مستفیض	فیض چاہنے والا
شاق	تکلیف دہ	منزہ	پاک وصاف
صفوۃ،صفی کی جمع	دل کی صفائی، نیک لوگ	مقام تحیت	شکر کا مقام
صوم دہر	مسلسل روزہ رکھنا	مقیم	قیام کرنے والا
ضائع	برباد،نقصان	ماہرانہ دسترس	مکمل قدرت
ظلمات نفس	نفس کی تباہ کاریاں، تاریکیاں	معتقد	عقیدت رکھنے والا
عارضی	وقتی، کچھ دیر کے لیے	مسیحائی	معجزہ، مراد بیمار کو اچھا کرنا
عیش کوشی	عیش کی تلاش	مستند	پختہ ثبوت والا
غرقاب	پانی میں ڈوبنا	مجتہد فی المذہب	مسائل شرعیہ کے اصول کا عالم
فرید عصر	اپنے زمانے کا سب سے انوکھا شخص	مستغرق	ڈوبا ہوا
فائق	بلند	محاسن ومحامد	اچھائیاں اور خوبیاں
فلاح دارین	دین اور دنیا کی کامیابی	مرتکب	جرم کرنے والا
فحاشی	برائی، بے حیائی	مملکت واقتدار	بادشاہت اور حکومت
قیل وقال	بحث کرنا، اعتراض کرنا	منعم حقیقی	حقیقی انعام دینے والا، مراد اللہ تعالیٰ
قدوم میمنت لزوم	بابرکت بزرگوں کا آنا	متصل	ملا ہوا
کدورات شہوت	نفس کی گندگیاں	نفس مطمئنہ	مطمئن روح
کسب	محنت سے حاصل کرنا	نیازمندی	تعظیم کرنا، احترام بجالانا
کشف جلی	غیب کی باتوں کا صاف طور پر ظاہر کرنا	نفاق	ظاہر میں دوستی دل میں دشمنی، بگاڑ
گرویدگی	عقیدت، لگاؤ	نقل مکانی	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا
مواخاۃ	آپسی بھائی چارہ	وجدان	دلی احساس، وہ علم جو دل کے ذریعے ہو
مرتاض	پسندیدہ	یک لخت	اچانک، فوراً

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی ومفاہیم مشمولہ مضامین کے معانی مفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

ماہنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

الہ آباد واطراف

ابومیانز شاہی اسٹور، نوراللہ روڈ، الہ آباد-9839457055

محمد قیس خاں، ممتاز العلوم تمئی، کوشامبی-9936890704

محمد زبیر عالم، گریاواں، منصور آباد، الہ آباد-9795252994

محمد امتیاز، کنڈا، پرتاپ گڑھ، یوپی-8808646082

حجاز بک ڈپو، سیف آباد، پرتاپ گڑھ، یوپی-9839112969

عمران احمد، بابوپوروا، کانپور-9839101833

مولانا منور حسین، سمنان گارڈن، لکھنؤ-9889245245

حافظ نیر اعظم، کینٹ روڈ، لال باغ لکھنؤ-9125139191

امام مسجد بدا خاں، کھٹک پورہ، فرخ آباد، یوپی-8858839054

مدرسہ فیض العلوم صابریہ، گاندھی نگر، آگرہ-9286192523

نور نبی بک سیلر، ڈالمنڈی، وارانسی

ممبئی واطراف

قاری سرفراز، دھاراوی، ممبئی-9819291874

شیخ جاوید اقبال، شیلیس نگر، ممرا، مہاراشٹر-9322865066

محمد ابراہیم، شولاپور، مہاراشٹر-9421067863

ابراہیم۔ منگل گیری، شولاپور-9421067863

عبد الوہاب، ہاؤسنگ بورڈ، مڈگاؤں، گوا-9763900918

عادل نورانی، الامین مسجد، سلطانیہ جمخانہ، سورت-9879657766

گلشن میڈیکیئر، سکندرآباد، حیدرآباد-27716760

خادم بکڈپو، پراسیا، چندواڑہ، ایم پی-9039090386

جنوبی ہند واطراف

محمد سلمان، سلاگٹہ، چکبالم پور، کرناٹک-9880095263

مولانا مشتاق، بیلگام، کرناٹک-8147449067

عزیز صدیق احمد، .H.K.P روڈ، بنگلور-9343324034

مدرسہ بیت القرآن، وینگل راؤ نگر، نیلور-9849647618

غلام ذو النورین، حسینی مسجد، بیکانیر-9460172623

قریشی نیوز ایجنسی، رجک سنیما روڈ، راورکیلا، اڑیسہ 9439499458

حافظ شبیر شاداب، دُرگ، چھتیس گڑھ-7869230382

روشن درسی کتب خانہ، موتی نالہ، جبل پور-9752705786

دہلی واطراف

خواجہ بک ڈپو، ٹیامحل، جامع مسجد، دہلی-9313086318

مولانا عبد الودود، النور مسجد، جنک پوری، دہلی-9650203792

راجا اسٹیشنری، شاہین باغ، Ext روڈ، نئی دہلی-9891590739

مولانا شفیق، مسجد عمر فاروق، شاہین باغ، دہلی-9716559786

الجامعۃ الاسلامیہ، جیت پور II، دہلی-9650934740

شاہ صفی اکیڈمی، بٹلہ ہاؤس، دہلی-9910865854

حافظ ہارون، قیلے والی مسجد، اٹاوہ، 07417842567

محمد ارشد خان، کشمیری گیٹ، فیروزآباد، یوپی-9259589974

کولکاتا واطراف

نیوز پیپر ایجنٹ، رابندرا سارانی، کولکاتا-9748210140

بک اسٹال، نیئر مسلم انسٹی ٹیوٹ، کولکاتا، 16۔9330643486

خانقاہ نعمتی ٹیابرج، کولکاتا-09831746380

مدرسہ سلیمیہ فیض العلوم، کمرہٹی، کولکاتا-9748421851

نسیم بک ڈپو، کولوٹولہ، کولکاتا-9339422992

رضا بک سینٹر، روشن گلدار لین، ٹکیہ پارہ، ہاوڑہ-9330462827

بہار واطراف

امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ-9835523993

دار العلوم غریب نواز، جھلوا، گڑھوا، جھارکھنڈ-

محمد اجمل، جپلا، پلاموں، جھارکھنڈ-9430003405

دلکش بک ڈپو، رام گڑھ، جھارکھنڈ-9798306353

بک ایمپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ-9304888739

مولانا غلام سبحانی، رضا مسجد، مہندرو، پٹنہ-9386979260

مراد علی، بارون بازار، اورنگ آباد، بہار-9507840625

حافظ عبداللطیف، نیل کوٹھی، ڈہری اون سون، رہتاس، بہار-

انصار بک ڈپو، بارہ پتھر، ڈہری اون سون-8603741579

مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، نہوٹا شیر گھاٹی، گیا-9939479919

رضابک سیلر، کمپنی باغ، مظفر پور، بہار-9431475679

دار العلوم تاج الشریعہ، مصری گنج، مدھوبنی-9931431786

مکتبہ واجدیہ، قلعہ گھاٹ چوک، دربھنگہ، بہار۔9304514097

آمر نانگبری، ہاویل روڈ، لابان، شیلانگ، میگھالیہ-8794042067

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں:9312922953

شرح اشتہارات اور سالانہ ممبر شپ کی تفصیل

SUBSCRIBE TODAY:

Fill in this form with your details for subscription and mail along with your cheque/DD to the following address:

SHAH SAFI ACADEMY

Jamia Arifia,Saiyed Sarawan, Kaushambi, Allahabad, U.P Pin: 212213

Cheque/DD In favour of, **"SHAH SAFI ACADEMY"**

HDFC Bank A/c No. 22631450000118

Name:...

Village:...

City..........................State............................Pin Code:..................

Tel. No:.......................................E-mail:.......................................

MAHNAMA KHIZR-E-RAH SUBSCRIPTION FARE:

One Year : 200

Five Years : 900

Life Time : 5000

ADVERTISING RATES:

Cover page Colour	Half Page Colour	Black & White
Back Cover 10000.00	Back Cover 5000.00	Full Page 3000.00
Front Inside Cover 8000.00	Front Inside Cover 4000.00	Half Page 2000.00
Back Inside Cover 8000.00	Back Inside Cover 4000.00	

ADVERTISING AND SUBSCRIPTION OFFICE

Shah Safi Academy, Jamia Arifia,
Saiyed Sarawan, Kaushambi,
Allahabad,(UP) Pin: 212213
Mob: 9312922953, 08382923993
E-mail: khizrerah@gmail.com